دینی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ

شمارہ ۷

سفیر روحانیت

خصوصی اشاعت: محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۷ھ / جولائی ، اگست ۲۰۲۵

السلام علی الحسین
وعلی علی بن الحسین
وعلی اولاد الحسین
وعلی اصحاب الحسین

امام حسینؑ: مجسمہ حق

☆محرم سید الشہداء اور سرور اولیاء کی عظیم تحریک کامہینہ ہے جنہوں نے طاغوت کے مقابلہ میں اپنے قیام کے ذریعے انسان کو تعمیر وترقی اور دشمن شکنی کی تعلیم دی اور یہ بتایا کہ ظالم وستمگر کا قلع و قمع کرنے کا طریقہ 'فدا ہونا اور قربانی دینا ہے اور یہ چیز آخر تک ہماری ملت کے لئے اسلامی تعلیمات کی نمایاں سرخی ہے۔

☆محرم وہ مہینہ ہے جس میں عدل نے ظلم اور حق نے باطل کے خلاف اٹھ کھڑے ہو کر یہ ثابت کردیا کہ تاریخ کے ہر دور میں حق ،باطل کے مقابلے میں کامیاب ہوا ہے۔

☆سیدالشہداء نے خود کو اسلام پر قربان کیا ہے۔

☆حضرت سیدالشہداء کی فداکاری نے اسلام کو ہمارے لئے زندہ رکھا ہے۔

☆یہ سیدالشہداء کا خون ہے جو تمام ملتوں کے خون میں جوش وحرارت پیدا کرتا ہے ۔

☆امام حسینؑ کا طریقہ کار سب کے لئے نمونہ عمل ہے ''کلّ یوم عاشورا، کلّ ارض کربلا'' اس بات کا حکم ہے کہ ہرروز اور ہر جگہ اس تحریک کو جاری رکھنا چاہئے،وہی طریق کار ہوناچاہئے ۔امام حسینؑ نے چند افراد کے ہمراہ اپنی ہرچیز کو اسلام پر قربان کردیا اور ایک بڑی شہنشائیت کے مقابلے پر ڈٹ گئے اور فرمایا ''ہر روز اور ہر جگہ اس چیز کو محفوظ رہنا چاہئے۔''

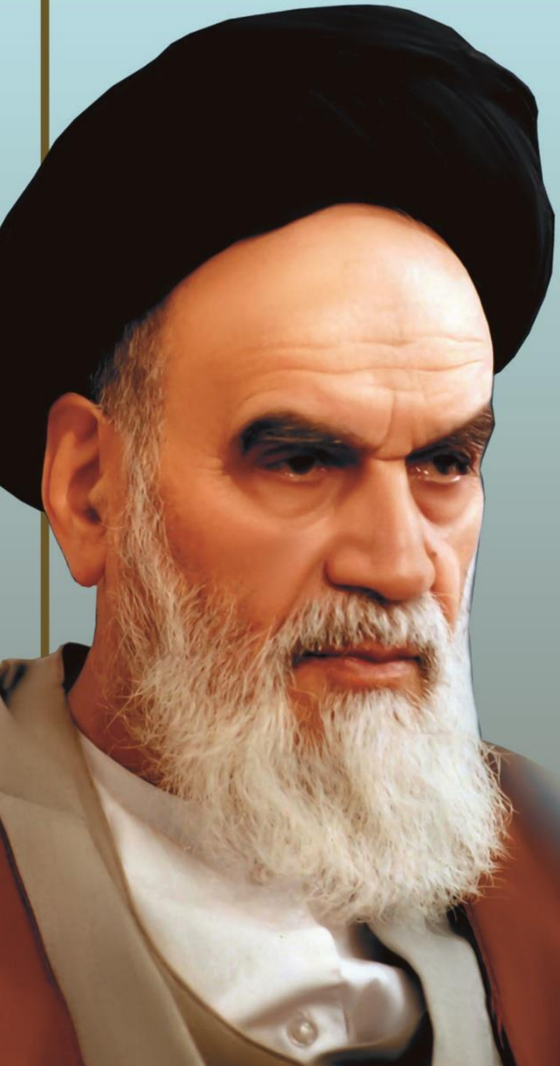

حضرت امام خمینیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ

سفیر روحانیت

شمارہ 7

خصوصی اشاعت: محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۷ھ/جولائی، اگست ۲۰۲۵ء

..مجلس ادارت..

مدیر اعلیٰ:
حجۃ الاسلام علی نقی جنتی

چیف ایڈیٹر:
محمد جعفر جعفری

ایڈیٹر:
احمد علی جواہری

معاونین:
محمد بشیر دولتی، حیدر علی حیدری، کاچو اظہر عباس، اکبر علی وجری، سید طاہر رضوی، احمد حسین جوہری، محمد علی آخوندزادہ

..مجلس تحریریہ..

- محمد سجاد شاکری
- نادم شگری
- محمد عسکری مقدس
- نصر اللہ فخر الدین
- تصدق حسین ہاشمی
- محمد حسین چمن آبادی

..مجلس نظارت..

- حجۃ الاسلام فدا علی حلیمی
- حجۃ الاسلام محمد علی ممتاز
- حجۃ الاسلام سید احمد رضوی
- حجۃ الاسلام ڈاکٹر لطیف مطہری
- حجۃ الاسلام ڈاکٹر فرمان سعیدی
- حجۃ الاسلام ڈاکٹر علی موسی

تہذیب و تصحیح: شیخ محمد علی توحیدی

ترتیب و تنظیم: سکندر علی بہشتی

..ہمیں سوشل میڈیا پر جوائن کریں..

- www.jrbpk.com
- jrbpk
- jamiarohaniatbln.pk
- jamiarohaniatbaltistan

برائے رابطہ: ۰۰۹۸۹۳۵۵۴۲۱۵۷۵

ناشر

جامعہ روحانیت بلتستان پاکستان

شعبۂ ثقافتی امور

..اس مجلے کے مضامین..

ردیف	مضامین	قلم کار	صفحہ نمبر
۱	کربلا سے غزہ تک، اربعین کا پیغام مقاومت	اداریہ	5
۲	اربعین اور زیارت اربعین کے چار خصوصیات	فدا حسین فدا	7
۳	قرآن مجید کی رو سے امام حسین کا مقام	ضامن علی	10
۴	واقعہ عاشورا کی تاریخی اہمیت اور شعائر حسینی	سکندر علی بہشتی	16
۵	انقلاب حسین مشعل راہ	حجت الاسلام محمد حسن صلاح الدین	22
۶	نگارش، محمد محمدی اشتہاردی	نام علی شگری	24
۷	اربعین کا معنوی سفر، چالیس تابناک نکات و آداب	عابد علی ہادی	26
۸	اربعین، عقائد کی تقویت اور بین الاقوامی مذہبی ہم آہنگی کا سنہری موقع	نصراللہ فخرالدین	30
۹	اربعین حسینی تاریخ اور اہمیت	عنایت علی شریفی	33
۱۰	زیارت اربعین کے بعض حصوں کی تشریح	مہدی آخوندزادہ	36
۱۱	سفر اربعین اہداف اور ثمرات	سلیم رضا	43
۱۲	راہ قدس از کربلا می گذرد	سیدہ در نجف	46
۱۳	اربعین کا پیدل سفر تاریخ اور اہمیت	سیدہ توصیف زہرا نقوی	48
۱۴	زیارت اربعین کیوں؟	مرضیہ شریفی	50
۱۵	اربعین واک کے عالمی اثرات	تصدق ہاشمی	52
۱۶	سفر اربعین اتحاد امت کی تجلی	محمد حسن غدیری	54
۱۷	اربعین ظہور کا پیش خیمہ	عارف بلتستان	58
۱۸	اربعین حسینی اور ہماری ذمہ داری	محمد حسن چمن آبادی	61
۱۹	اربعین اور احساس ذمہ داری	سید شرافت موسوی	66
۲۰	اربعین حسینی امام حسین کے ساتھ تجدید عہد کا دن	محمد بشیر صادقی	70
۲۱	مقصد اربعین کی روشنی میں	دانیال عزیز خواجہ	76
۲۲	اربعین اور اسیران کربلا کا تبلیغی کردار	اکبر ترابی	77
۲۳	اربعین زمینہ ساز برای ظہور	احمد علی	80
۲۴	اربعین، مظلومیت، مزاحمت و معنویت کا تسلسل	محمد ابراہیم صابری	83

زیارات، اربعین، وارثہ، امین اللہ

اداریہ:

کربلا سے غزہ تک: اربعین کا پیغام مقاومت

جب دنیا نے ظلم کی چادر اوڑھی، انسانیت کی صدائیں دب جائیں، اور سامراجی قوتیں مظلوموں کے سروں پر بارود برسانے میں مصروف ہوں، ایسے میں کربلا کا پیغام ہی انسانیت کے لیے سب سے توانا نسخۂ نجات بن جاتا ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جس کی بلند ترین گونج ہر سال اربعین واک اور زیارتِ اربعین کی صورت میں دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچتی ہے۔

اربعین، صرف ایک تاریخی مناسبت یا مذہبی رسومات کا تسلسل نہیں، بلکہ وہ حماسی بیداری ہے جو امام سجادؑ، حضرت زینبؑ اور جابر بن عبداللہ انصاری جیسے عاشقانِ اباعبداللہ الحسینؑ کے ذریعے تاریخ میں ثبت ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ زیارتِ اربعین اور اربعین واک، ایک ایسے عظیم اور بے نظیر دینی و تمدنی مظہر میں تبدیل ہو چکا ہے جو نہ صرف روحانیت و معرفت کے گہرے معانی اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، بلکہ موجودہ عالمی تناظر میں مکتبِ تشیع اور اسلامی مزاحمتی فکر کے تعارف اور ترویج کا سنہری موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔

اربعین، روحِ شیعہ، روحِ عاشورائی اور روحِ کربلائی ہے، اور مشیِ اربعین وہ موقع ہے جہاں یہ روح کروڑوں عشّاق کو تجلی گاہ عشق یعنی حرم حسینی کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری کی زیارت سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ، آج ایک ایسا عالمی مظہر بن چکا ہے جو مکتبِ تشیع کو پوری دنیا کے سامنے روشناس کراتا ہے۔ زیارتِ اربعین نہ صرف ایک روحانی سفر ہے، بلکہ ایک عملی بیعت اور پیمانِ وفاداری ہے جو ہر زائر اپنے معشوقِ شہید، امام حسینؑ سے کرتا ہے۔

اربعین واک، ایک بصیرت آمیز عشق کا عالمی مظہر ہے۔ لاکھوں افراد، مختلف مذاہب، قومیتوں اور ممالک سے، بغیر کسی مادی یا تشہیری مقصد و ہدف کے، صرف عشقِ حسینؑ میں قدم بہ قدم چلتے ہیں یہ خالص عشق اور عقیدے کی بنیاد پر ہونے والا اجتماع آج سرمایۂ افتخارِ امتِ اسلامی بن چکا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں رہبرِ مستضعفینِ جہاں حضرت آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں:

"اربعین عالمی ہو چکا ہے اور عالمی تر بھی ہو گا... یہ خداوندِ متعال کی طرف سے امتِ اسلامی کی نصرت کی نشانی ہے۔"

موجودہ دور میں، جب امریکی استکباری نظام اور اس کی ناجائز اولاد اسرائیل، فلسطین، یمن، لبنان، شام، اور حتیٰ کہ جمہوری اسلامی ایران پر ظلم و تعدّی کی نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں، ایسے میں اربعین ایک فکری مزاحمت کی علامت بن چکا ہے۔ امام حسینؑ کا پیغام ظلم کے خلاف قیام ہے، اور یہی پیغام آج غزہ کے بچوں، صنعا کے شہیدوں، بیروت کے مزاحمت کاروں اور بغداد و تہران کے غیور جوانوں کے لبوں پر جاری ہے۔

یہ لمحۂ فکر یہ ہے کہ امریکہ و اسرائیل نے صرف ملتِ فلسطین یا جمہوری اسلامی کو ہی نہیں للکارا، بلکہ تمام انسانیت اور ادیان کے مشترکہ مقدّسات کو نشانہ بنایا ہے، جب انہوں نے عالمِ اسلام کے عظیم ترین مرجع اور ولیِ فقیہ حضرت آیت اللہ خامنہ ای کو جان سے مارنے کی کھلی دھمکی دی۔ یہ حرکت نہ صرف بین الاقوامی قوانین کی صریح خلاف ورزی ہے، بلکہ ایک خطرناک فکری و تہذیبی تصادم کی بنیاد بھی ہے۔

اربعین واک، مکتبِ تشیع کی جہانی تشریح ہے، ظلم کے خلاف مزاحمت کا پرچم ہے اور وحدتِ اسلامی کا عملی نمونہ ہے۔ یہی وہ نمونہ ہے جو امت کو اختلافات سے نکال کر ایک عظیم تمدّن کی بنیاد رکھنے میں مدد دے سکتا ہے۔

آج جب دنیا ظلم، استکبار اور بربریت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے، اربعین کا پیغام روشنی، محبت، مزاحمت اور عزت ہے۔ یہ وہ پیغام ہے جسے جہانی سازیِ معرفتِ حسینی کے ذریعے دنیا بھر تک پہنچانا ہمارا فریضہ ہے۔

ہم اس موقع پر تمام حسینی قلوب، خاص طور پر اہلِ قلم، اہلِ منبر اور صاحبانِ فکر و بصیرت کو دعوت دیتے ہیں کہ اربعین کو صرف زیارت و عبادت تک محدود نہ سمجھیں، بلکہ اسے ایک تمدّنی اور فکری جہاد کا موقع جانیں، اور ظلم کے مقابل اسلام نابِ محمدیؐ کی آواز بلند کریں۔

حسینی اور یزیدی محاذ کے درمیان جنگ ختم ہونے والی نہیں ہے، رہبر معظم انقلاب

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے فرمایا کہ آپ زیارت عاشورہ میں یہ جملے پڑھتے ہیں "انی سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم"

(میں آپ سے صلح کرنے والوں سے صلح جب کہ آپ سے لڑنے والوں سے جنگ کروں گا)۔

انہوں نے کہا کہ حسینیت اور یزیدیت کے درمیان جاری یہ جنگ ہر گز ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اربعین اور زیارتِ اربعین کی چار خصوصیات

(رہبر معظم کے بیانات میں)

ترجمہ: فدا حسین فدا

1. اربعین کے مراسم شعائر اللہ کا حصہ ہیں

رہبر معظم کے بیانات کے مطابق اربعینِ حسینی شعائر اللہ کے مصادیق میں سے ایک ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "وہ لوگ جو ایمان سے لبریز اس سفرِ عشق کے راہی ہیں وہ سچ مچ ایک نیک کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ ایک نہایت اہم ہدف ہے۔ (لاتحلوا شعائر اللہ۔ 1) بے شک یہ شعائر اللہ کا حصہ ہے۔ مجھ جیسے افراد جو ان نیک کاموں کو انجام دینے سے قاصر ہیں انہیں یہ فریاد کرنا چاہیے: "یالیتنا کنا معکم فنفوز فوزا عظیما۔" 2

بنا برایں جن زائرین کو ان مراسم اور فیوضاتِ الٰہی میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے انہیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ انہیں شعائر اللہ میں سے ایک کو انجام دینے کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ یہ خود ایک اہم مقصد ہے۔ یقیناً اللہ تعالی کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت اس وقت بہتر محسوس ہو گی جب ہم استکباری قوتوں کی جانب سے مکتب عاشورا کے خلاف ہونے والے وسیع اور جامع پروپیگنڈے اور بھاری بجٹ سے باخبر ہوں۔ اس کی ایک واضح مثال عصر حاضر (2009) میں رونما ہونے والے عاشورائی حوادث ہیں جنہیں انقلابِ اسلامی کے رہبر کبیر کی دانشمندی، تیز بینی اور لوگوں کی بصیرت کی وجہ سے بڑی ناکامی ہوئی۔

2۔ اربعینِ حسینی کی ابدیت کا راز

ہر تحریک، مکتب فکر اور پیغام کو تحریفات اور دشمنوں کی دشمنی سے بچانے نیز بعد کی نسلوں تک پہنچانے کے لئے ان کے فلسفے، آثار اور پیغامات کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو عظیم تحریکیں اور بنیادی افکار بھی تاریخ کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپ جاتے ہیں۔ رہبر معظم کے فرامین کے مطابق اربعین حسینی کے اہم اہداف میں سے ایک یہ ہے کہ مکتبِ حسینی کی ہمیشہ حفاظت کی جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

> "بنیادی طور پر اربعین کی اہمیت کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس دن تدبیرِ الٰہی اور خاندان رسالت کی حکمتِ عملی کی وجہ سے تحریک حسینی کی یاد ہمیشہ کے لیے امر ہو گئی اور اس تحریک کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر شہداء کے لواحقین اور اصلی جانشین عاشورا کے دن امام حسین بن علی علیہما السلام کی شہادت جیسے واقعات کی یاد اور

ان کے آثار کو محفوظ نہ رکھ سکیں تو بعد والی نسلیں شہادت کی کامیابیوں سے زیادہ مستفید نہیں ہوں گی۔(3)

رہبر معظم ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دو اہم کام انجام دئے۔ ایک کام کوفہ اور شام کے درمیان اسیری کے دوران انجام دیا۔ یہ ان واضح تصورات اور بیانات سے عبارت ہیں جو حق کو آشکار کرنے کا ذریعہ بنے۔

دوسرا کام اربعین کے دن کربلا میں زیارت کے لیے ان کی آمد سے عبارت ہے۔ اس اہم کام سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے مذموم عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دینا چاہیے جو اس بہترین رابطے، اثر اور ان اہم واقعات کو فراموش کروانا چاہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔ جب تک قومیں زندہ ہیں، جب تک زبانیں سچ بولتی ہیں، جب تک مومنین کے دلوں میں جذبہ موجود ہے، اس وقت تک وہ ان واقعات کو فراموش نہیں ہونے دیں گے جیسا کہ وہ اب تک فراموش نہیں ہو سکے ہیں۔(4)

رہبر معظم کے بیانات میں ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ تحریکِ حسینی کو دبانے میں دشمن کی ناکامی کی وجہ قوموں کی بیداری، قول کی سچائی اور دلوں میں جذبہ ایمانی کی موجودگی ہیں۔ آج ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس عظیم تحریک کی حفاظت اور تبلیغ کی جائے۔ خاص طور پر مذہبی مبلغین پر اس حوالے سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

آج عاشقان حسینی کو اور ان لوگوں کو جن کے دل امام حسین علیہ السلام کے نظریات کی خاطر دھڑکتے ہیں خاص کر حوزہ ہائے علمیہ کے علماء اور مبلغین کو امت اسلامیہ کی بیداری اور اتحاد ملت کی حفاظت کے راستے میں خوب جدوجہد کرنی چاہئے۔ حضرت اباعبداللہ ع کی تحریک کے خالص اور تحریف سے پاک مطالب کو سامعین تک پہنچانا اور مذاہب عالم کو ایک دوسرے کے قریب لانا نیز شیعہ سنی جوانوں کے درمیان اتحاد کو مستحکم کرنے کی کوشش کرنا آپ کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔

عاشورا کی تعلیمات کو قبول کرنے والے دلوں کو دین کی جانب راغب کرنا، جہاد اور شہادت کی ثقافت کو وسعت دینا اور ظلم و انحراف کے خلاف جنگ کرنا آج کی دنیا میں دعوت الی اللہ کے سب سے واضح مثالوں میں شامل ہیں۔ داعش، وہابیت اور تکفیری تحریکیں مکتبِ حسینی کے عاشقوں کے لیے چیلنج ہیں۔

3. اربعین کی تعلیمات کی رو سے تبلیغ اور ثقافتی سرگرمیوں کی اہمیت

بلاشبہ اربعین کے اہم اسباق میں سے ایک تبلیغ اور ثقافتی کاموں کی اہمیت کا احساس ہے۔ یہ اہم سبق اہل بیت علیہم السلام کی روش اور طرز عمل سے بخوبی اخذ کیا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت امام خامنہ ای فرماتے ہیں:

امام حسین بن علی علیہما السلام اور آپ کے پرچم دار ساتھیوں کی جدوجہد جتنی سخت اور جانگسل تھی اتنی ہی سخت اور سنگین حضرت زینب اور امام سجاد علیہما السلام اور باقی بزرگوں کی جدوجہد بھی تھی۔ یہ بات واضح رہے کہ ان کی جدوجہد کا میدان عسکری میدان نہیں تھا بلکہ پروپیگنڈے اور ثقافتی حملوں کا میدان تھا۔ ہمیں ان نکات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے جس کا درس اربعین دیتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمیں دشمنوں کی عداوت کے طوفان کا سامنا کرتے ہوئے حقیقت اور شہادت کی یاد کو زندہ رکھنا چاہیے۔

4. عالم اسلام کے اتحاد کی عظمت

اربعین حسینی کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت جس پر غور کیا جانا چاہیے وہ "عالم اسلام کی عظمت اور اتحاد" سے عبارت ہے۔ عاشورا کے اہم پیغامات اور مقاصد کو دنیا تک پہنچانے کے علاوہ اربعین عالم اسلام میں ناقابل بیان اتحاد اور عظمت کی داستان ہے۔ در حقیقت اسلامی دنیا میں کہاں اتنی بڑی تعداد میں عاشقان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں؟ اسلامی اقدار کے کس میدان میں اتنی بڑی تعداد میں عاشقان موجود ہیں؟ رہبر معظم بھی اسی مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم اپنے بیانات میں بھی کسی حد تک ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اس سے عالم اسلام کو عظمت ملے گی۔ یہ ملت اسلامیہ کی شخصیت کو عظمت بخشتا ہے۔ ہم نے جہاں بھی اس امت کے اتحاد کی مثالیں دیکھی ہیں اور جب بھی انسانوں کو ایک ساتھ دیکھا ہے وہاں دنیا میں اسے اسلام اور مسلمانوں کی عزت و آبرو کا باعث بنتے دیکھا ہے۔ یہ طرزِ عمل پیغمبر ﷺ کی آبرو کا ذریعہ بن گیا۔... اس سال آپ نے دیکھا کہ اربعین حسینی میں کروڑوں لوگ اکٹھے ہوئے۔ مسلمانوں کے ایک گروہ کی یہ بڑی تحریک یقیناً صرف شیعوں کے ساتھ مختص نہیں تھی۔ یہاں سنی بھی تھے جس کی جھلک دنیا میں نظر آرہی تھی۔ انہوں نے سب کا احترام کیا اور سب کو عزت بخشی۔ لوگوں نے اسے دنیا کا سب سے بڑا اجتماع سمجھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلامی مسائل کا مشاہدہ کرتے ہیں... اس سال اربعین کا واقعہ کربلا میں ایک عجیب واقعہ تھا۔ اسلام کے دشمنوں اور اہل بیت کے دشمنوں نے اپنے حساب سے یہ راستہ مسدود کر دیا تھا۔ دیکھیے کتنی بڑی تحریک وجود میں آئی! جب جسموں کو بھی ایک ساتھ رکھا جاتا ہے تو اس قسم کی عکاسی پائی جاتی ہے۔ باہم اکٹھے ہونے کے لیے اسلامی ممالک، مسلم اقوام کو، سنی و شیعہ لوگوں کو اور سنی و شیعہ فرقوں کو ایک دوسرے کے معاملے میں صاف دل ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے بارے میں شکوہ نہیں کرنا چاہیے اور بدنیتی نہیں رکھنی چاہیے۔ ہمیں ایک دوسرے کی توہین نہیں کرنی چاہیے۔ پھر دیکھیں دنیا میں کیا ہوگا! اسلام کو کتنی عزت ملے گی! ہر جگہ اتحاد کا دور دورہ ہوگا۔"[7]

....

حوالہ جات

[1] مائدہ/۲. [2] بیانات مقام معظم رہبری (حفظہ اللہ) در ابتدای درس خارج، 1394/09/09.

[3] بیانات مقام معظم رہبری (حفظہ اللہ)، 1368/06/29.

[4] بیانات مقام معظم رہبری (حفظہ اللہ) در دیدار مردم قم، 1393/10/19.

[5] بیانات مقام معظم رہبری (حفظہ اللہ)، 1368/06/29.

[6] بیانات مقام معظم رہبری (حفظہ اللہ) دیدار با مردم آذربایجان شرقی، 1378/11/28.

[7] بیانات مقام معظم رہبری (حفظہ اللہ) در دیدار مسئولان و میہمانان بیست و ہشتمین کنفرانس بین المللی وحدت اسلامی، 1393/10/19. منبع: مبلغان، آبان و آذر 1395- شمارہ 208؛ موذنیان، داؤد۔

قرآن مجید کی رو سے امام حسین (ع) کا مقام و مرتبہ

آیۃ اللہ العظمی مظاہری:

ترجمہ و ترتیب: ضامن علی

مقدمہ:

قرآنِ کریم نے امام حسین علیہ السلام کو مقامِ عنداللہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے روزِ عاشورا اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا اور اس قربانی میں آپ علیہ السلاّم کے مد نظر صرف اور صرف خدا کی رضا تھی۔

خلوص کے مراتب میں سے ایک مقامِ عنداللھی ہے، یعنی ایک مخلص انسان نیک اور شائستہ عمل مقامِ الٰہی تک پہنچنے کی نیت اور جذبے کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ یہ اخلاص کا اعلیٰ اور ارفع ترین درجہ ہے جو عام لوگوں کو نہیں دیا جاتا، بلکہ یہ مقام و مرتبہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مختص ہے۔

یہ ایک عرفانی، اہلِ دل اور سیر و سلوک کے حامل افراد کے درمیان ایک انتہائی اہم بحث ہے۔ یہ بحث انسانی رفتار و کردار میں نیت اور جذبے کا خلوص کے ساتھ تعلق کے بارے میں ہے، یعنی اس میں، نیت اور جذبہ یا مقصد کی بنیاد پر خلوص کے موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے۔

خلوص کو دو جہت سے دیکھا جا سکتا ہے، پہلی جہت کا تعلق اس کی نیت سے ہے جو کہ خدا کے لئے ہونا چاہئے۔ دوسری جہت عمل کرنے کا مقصد یا انگیزہ ہے، جو نیت کے مطابق ہو، وہ سو فیصد الٰہی نہیں ہو سکتا، یعنی ضروری نہیں ہے کہ نیت اور انگیزہ ایک ہی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان کی نیت ایک چیز ہو اور اس کا محرک (انگیزہ) کچھ اور ہو۔ واضح سی بات ہے کہ انسان کے خلوص کے لئے بہترین صورت وہ صورت ہے جس میں نیت اور انگیزہ دونوں ہی الٰہی ہوں اور اس میں خدا کے سوا کوئی چیز داخل نہ ہو۔

گفتار و کردار اور عبادات کے حوالے سے ہمارے اہداف کو سات قسموں یا سات مراتب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مرتبۂ اوّل: عمل کی انجام دہی نیتِ الٰہی اور دنیوی سعادت کے حصول کے مقصد کے ساتھ ہے۔ مثال کے طور پر، عام لوگ عبادت کرتے ہیں اور وہ عبادت اس لئے بجا لاتے ہیں تا کہ دنیا تک پہنچ سکیں، ان کی آخرت سنور جائے اور ایک آباد دنیا کا حصول ممکن بنایا جا سکے۔ وہ بغیر کسی دکھاوے یا ریاکاری کے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور مخلصانہ اور قربۃً الی اللہ کی نیت سے نماز پڑھتے ہیں، وہ خمس ادا کرتے ہیں، ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کی نیت الٰہی ہے، لیکن ان کا مقصد دنیا میں کامیاب ہونا اور ایک اچھی زندگی حاصل کرنا ہے۔ یہ عبادت صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اجر و ثواب اور جو چاہئے اس سے عطا فرمائے گا، لیکن اہل دل کے نزدیک ادنیٰ

ترین عبادت وہ عبادت ہے جس میں عمل کا مقصد یا شوق دنیا ہو۔ انسان کو ایک ایسے مقام پر پہنچنا چاہئے جہاں اس کی نظر میں دنیا و مافیہا کی کوئی قدر نہ ہو، تا کہ وہ دنیا میں بلند اور اعلیٰ شوق و ذوق کے ساتھ عبادت انجام دے سکے۔

دنیا کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کا بہت پیارا فرمان ہے۔ ہمارا ایسے فرامین کا جاننا اور پڑھنا ہی اچھا ہے، چاہے ہم اسے حاصل نہ کر سکیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: «**فَإِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُولِ كَفَيْءِ الظِّلِّ**» [۱]؛ دنیا عقلمندوں کے نزدیک سایے کی طرح ہے۔

سایے کی کیا اہمیت ہے؟ زوال پذیر اور ختم ہونے والے سایے کی کیا قدر ہے؟ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اولیاء اللہ علیہم السلام کی نگاہ میں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کی سایے کی مانند اہمیت ہے۔ اس لئے اہل معرفت دنیا کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے، دنیا حاصل کرنے کے لئے نماز نہیں پڑھتے، ان کا صدقہ اور اللہ تعالی کے ساتھ جو رابطہ ہے، رات کی تاریکی میں نماز پڑھنا اور ان کے دوسرے نیک اور صالح اعمال دنیا تک پہنچنے کے لئے نہیں ہیں۔

مرتبۂ دوّم: اس مرتبے پر اکثر لوگ فائز ہو سکتے ہیں۔ یہاں آخرت میں کامیابی کے لئے عمل انجام دیتے ہیں۔ وہ جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچنے یا جہنم سے بچنے کے لئے نیک اعمال بجالاتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے گناہ نہیں کرتے۔ یہ مرتبہ و مقام بھی نیتِ الٰہی کے ساتھ ہے اور اچھا بھی ہے، لیکن اہلِ دل کی نگاہ میں یہ بہت کم مرتبہ و مقام ہے۔ اہلِ سیر و سوک ایسے اہداف کو انتہائی پست سمجھتے ہیں۔

امیر المؤمنین سلام اللہ علیہ فرماتے ہیں: «**مَا عَبَدْتُکَ خَوْفاً مِنْ نَارِکَ وَ لَا طَمَعاً فِی جَنَّتِکَ لَکِنْ وَجَدْتُکَ أَهْلًا لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُکَ**» [۲]؛ خدایا! میں نے تیری عبادت نہ تیری جہنم کے خوف سے اور نہ ہی تیری جنت کی لالچ میں کی ہے، بلکہ میں نے تجھے عبادت کے لائق پا کر تیری عبادت کی ہے۔ میری عبادت اس لئے ہے کہ تو رب ہے اور میں مربوب ہوں، تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں، تو مولا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور غلام کو آقا کے سامنے سر خم تسلیم کرنا چاہئے اور غلام کا سارا عمل سو فیصد اپنے آقا کی مرضی کے مطابق ہونا چاہئے۔

مرتبۂ سوم: عمل کا تجسم ہے، یعنی عمل کا نظر آنا ہے۔ انسان جو بھی عمل انجام دے گا اسے دنیا اور آخرت میں وہ عمل نظر آئے گا۔ انسان کی دنیا یا آخرت میں جو شناخت اور شخصیت ہے وہ اس کے اوصاف اور اعمال کے مطابق ہے۔ کچھ لوگوں کی عبادت اور نیک اعمال کا انگیزہ اور نیت دونوں جہانوں میں اچھی شبیہ اور انسانی شناخت ہے، جیسا کہ بُری شبیہ اور حیوانی شناخت سے بچنے کے مقصد کے ساتھ، وہ گناہوں کے ارتکاب اور ناپسند اعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ درجہ و مرتبہ بھی قابل قدر مرتبہ ہے، لیکن اہلِ دل کی نگاہ سے یہ مرتبہ بھی پچھلے دو مراتب کی صف میں شامل ہے اور اسے پست و ادنیٰ سمجھتے ہیں۔

مرتبۂ چہارم: یہ مذکورہ بالا درجات سے بہتر درجہ و مرتبہ ہے، یہ مرتبہ خدا سے حیا کرنے کا مرتبہ ہے۔

اس مرتبے پر فائز ہونے کے بعد انسان نہ صرف گناہ نہیں کرتا، بلکہ واجبات اور فرائض کی ادائیگی میں دلچسپی لیتا ہے، کیونکہ وہ خدا کو حاضر و ناظر جانتا ہے اور خدا کے مقابلے میں جو حیا ہے جس کی بنا پر برے اعمال کی سوچ بھی نہیں رکھتا اور خدا کے حضور حاضری کے آداب کی پابندی اور رعایت کرتا ہے۔ ہمیں خصوصی طور پر خدا کے حضور مؤدب ہونا چاہئے۔

حضرت امام خمینی «قدّس سرّہ» فرماتے تھے: «عالم محضر خداست، در محضر خدا معصیت نکنید». دنیا خدا کے حضور میں ہے، لہٰذا خدا کے حضور گناہ نہ کریں۔ یہ جملہ بعض اوقات انسان کو خدا سے شرمندہ ہونے کے لئے نیک کام کرنے یا گناہ نہ کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ خلوص کے اس درجے پر، ایک باحیا اور مؤدب شخص کا دنیا اور آخرت، جنت یا جہنم سے کوئی سروکار نہیں ہے، وہ واقعی ایک عابد اور زاہد ہے اور وہ صحیح معنوں میں نیک اعمال بجالاتا ہے، کیونکہ وہ ایک باحیا انسان ہے۔ یہ درجہ، مذکورہ بالا تین درجات سے بہتر ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو سیر و سلوک کی راہ پر گامزن ہیں اور انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اس دنیا میں انسان بننے، سیر و سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور انسانیت کے مقام تک پہنچنے کے لئے آئے ہیں۔

مرتبۂ پنجم: مقامِ شکر اور وفاداری ہے۔ انسان بعض اوقات نمازِ شب پڑھتا ہے، کیونکہ وہ وفادار ہے، اس لئے کہ وہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے، وہ اولِ وقت میں نماز ادا کرتا ہے اور دوسروں کی مدد کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ خدا کی عطا ہے۔«وَ آتُوهُمْ مِنْ مالِ اللّٰهِ الَّذی آتاکُمْ»[۳]. اور اللہ نے تمہیں جو مال دیا ہے اس میں سے کچھ انہیں دے دو۔

خدا نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں جو دولت دی ہے، اسے تم اکیلے نہ کھاؤ اور دوسروں کو بھی دو اور یہ شکر ادا کرنے کے لئے ہے، وہ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی دیتا ہے۔ سلامتی کے شکرانے کے لئے نمازِ شب پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور شریعت پر عمل کرتا ہے۔ یہ مقام بھی بہت اچھا مقام اور تقریباً سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہو! آنحضرت نے جواب دیا: «أَ لا أَکُونُ عَبْداً شَکُوراً»[۴]؛ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی نعمتیں دی ہیں، کیا مجھے ان نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرنا چاہئے؟ میری عبادتیں اس لئے ہیں کہ میں ایک شکر گزار انسان بنوں۔

مرتبۂ ششم: یہ محبت و عشق کا مقام ہے۔ جس شخص کے دل میں خدا کی محبت ہے اور اس کا پورا وجود معبود کے عشق سے سرشار ہو ظاہر ہے اسے سب سے بڑی لذت نماز میں محسوس ہوگی۔ اس لئے کہ جس شخص کو کسی سے بہت زیادہ محبت ہو، اس کی سب سے بڑی خواہش اور آرزو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے معشوق سے ملے اور اس سے بات کرے اور اس کا معشوق اس سے بات کرے، یہ ان لوگوں کے لئے سب سے زیادہ لذت بخش ہے جو ظاہری عشق و محبت کرتے ہیں۔

حقیقی عشق خدا ہے، اگر کوئی شخص حقیقی معنوں میں خدا کا عاشق ہو جائے تو اس کے لئے نماز سب سے بڑی لذت ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:«رَکْعَتَانِ فِی جَوْفِ اللَّیْلِ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیهَا»[۵]. میرے لئے رات کی تاریکی میں پڑھی جانے والی دو رکعت نماز دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔

جب انسان نماز میں حمد اور سورہ پڑھتا ہے تو خدا اس سے بات کرتا ہے اور جب وہ نماز کے باقی اذکار پڑھتا ہے تو وہ خدا سے بات کرتا ہے۔ یہ عاشق و معشوق کے مابین ایک گفتگو ہے اور اس عاشقی کے لئے کوئی وقت بھی مقرر نہیں ہے۔ صبح سے لے کر شام اور رات کے کسی بھی وقت عاشق اپنے معشوق کے لئے اٹھتا ہے۔

یہ وہ مقام و مرتبہ ہے جو امام حسین علیہ السلام جیسے عظیم انسانوں کو دیا جاتا ہے اور ایسی ہستیوں کو دیا جاتا ہے جنہوں نے چالیس سال تک ان طریقوں پر کام کیا ہو۔ یہ مقام و مرتبہ خدا کی طرف سے دیا جانے والا مقام و مرتبہ ہے اور انسان تنہا اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں! انسان مقدمہ سازی کر سکتا ہے اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے جن اعمال کی ضرورت ہے وہ ان اعمال کو بجالا کر مقدمات فراہم کر سکتا ہے، لیکن اگر وہ واقعی یہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کی محبت بھڑک اٹھے اور اس کے دل میں خدا کی محبت کی آگ بھڑک رہی ہو تو خدا کو یہ مقام اسے ضرور دینا چاہئے۔

عاشق انسان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ معشوق کی توجہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کرتا ہے اور معشوق کی خواہش کے برخلاف کوئی عمل نہیں کرتا۔

جب تک معشوق کی طرف سے کوئی کوشش نہ ہو، بیچارہ عاشق کہیں نہیں پہنچتا۔

مرتبۂ ہفتم: مقامِ عند اللّٰھی ہے۔ یعنی ایک مخلص انسان نیک اور شائستہ عمل مقامِ الٰہی تک پہنچنے کی نیت اور شوق کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ اخلاص کا اعلیٰ اور ارفع ترین درجہ ہے جو عام لوگوں کو نہیں دیا جاتا، بلکہ یہ مقام و مرتبہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مختص ہے۔ البتہ جو کچھ افراد معصوم جیسے ہوتے ہیں وہ بھی بعض اوقات اس درجے پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اخلاص کے اس درجے پر ہر عمل اور عبادت کا جذبہ، محرک اور اصل ہدف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس مرحلے میں خدا کے سوا کوئی شئ انسان کا مد نظر نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ عام لوگ اس مقام پر ایک لحظہ یا چند گھنٹوں کے لئے پہنچے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان کی تمام عبادات اور قول و فعل میں یہ رنگ ہو۔ اگر کوئی عام آدمی یہ کہے کہ میں اس مقام پر پہنچ چکا ہوں تو وہ غلط ہے۔ ایسا دعویٰ کرنے کے لئے ہمیں مولا امیر المؤمنین علیہ السلام بننا ہوگا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: "خدا کے سوا میرا کوئی مقصد نہیں۔" جیسا کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: «مَا عَبَدْتُکَ خَوْفاً مِنْ نَارِکَ وَ لَا طَمَعاً فِی جَنَّتِکَ لَکِنْ وَجَدْتُکَ أَهْلًا لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُکَ» [۶]. خدایا! میں نے تیری عبادت نہ تیری جہنم کے خوف سے اور نہ ہی تیری جنت کی لالچ میں کی ہے، بلکہ میں نے تجھے عبادت کے لائق پا کر تیری عبادت کی ہے۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے خدا کے دین کی بہت زیادہ خدمت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر میں ہی پالا اور اپنی حیثیت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے پہلے مستضعفین، بنی اسرائیل اور مظلوموں کی حتی الامکان خدمت کی، چنانچہ فرعون نے انہیں اذیت و آزار دے کر پھانسی دینے کا فیصلہ کیا۔ فرعون نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور حضرت آسیہ پر ان کے درمیان طرح طرح کے مظالم ڈھائے اور غیر انسانی اذیت و آزار کے بعد انہیں

پھانسی دے دی اور خدا، دین و معنویت، مظلوموں کی خدمت اور خدمت خلق کے جرم میں شہید ہو گئیں۔ قرآن مجید نے حضرت آسیہ کی زبانی نقل کیا ہے: «رَبِّ ابْنِ لی عِنْدَکَ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ وَ نَجِّنی مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِه وَ نَجِّنی مِنَ الْقَوْمِ الظّالمین» [۷]؛ پروردگارا! میرے لئے اپنے ہاں جنّت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم قوم سے رہائی بخش دے۔

یعنی اگر وہ گھر تیرے عشق، تیری محبت اور تیری رحمت سے خالی ہو اور چاہئے وہ گھر جنت میں ہی کیوں نہ ہو، مجھے وہ گھر نہیں چاہئے۔ خدایا! میرے لئے یہ اذیت و آزار میری تسلی اور ظالموں کے ہاتھوں سے نجات کا باعث ہے، تاکہ میں یہ مظالم دوبارہ نہ سہہ سکوں۔ لیکن خدایا! ایسا بھی نہیں ہے کہ میں جنت میں جاؤں یا جہنم میں نہیں جاؤں یا تُو مجھے بہت زیادہ اجر و ثواب دو، بلکہ یہ سب میں صرف اور صرف تیرے لئے برداشت کر رہی ہوں۔ خدایا! تیرے بغیر جنت میرے لئے جہنم ہے۔ وہ جنت جس میں تم نہ ہو وہ میرے لئے بے فائدہ ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم میرے ساتھ ہو، میں جہاں بھی ہوں تو یہ مرحلہ میرے لئے لذت بخش ہو گا۔

یہ مقام، خلوص کا آخری مقام ہے، لیکن اس مقام تک پہنچنے کے لئے جگر چاہئے اور ایسے اعلیٰ وارفع مقام تک پہنچنے کے لئے کئی سال لگ جاتے ہیں، تاکہ کوئی یہ دعویٰ کر سکے، جو میں جانتا ہوں کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المؤمنین علیہ السلام جیسے ہی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں اور اگر کسی کو یہ مقام مل جائے تو اس مقام کو مقامِ عند اللّٰہی کہتے ہیں۔ انسان کو مقامِ عند اللّٰہی تک پہنچنے کے لئے ایک ایک کر کے سیر و سلوک کی ساتوں منازل (یقظہ، توبہ، تقویٰ، تخلیہ، تحلیہ، تجلیہ اور لقاء) کو طے کرنا پڑے گا۔

قرآنِ کریم نے امام حسین علیہ السلام کو مقامِ عند اللّٰہی کا مصداق قرار دیا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے روزِ عاشورا اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا اور اس قربانی میں آپ علیہ السلام کا صرف اور صرف خدا کی رضا مد نظر تھی۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے: «یاأَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ، ارْجِعی إِلی رَبِّکِ راضِیَۃً مَرْضِیَّۃً، فَادْخُلی فی عِبادی وَ ادْخُلی جَنَّتی» [۸]؛ تو اے سکون و اطمینان یافتہ نفس! اپنے پروردگار کی طرف پلٹ جا، اس حالت میں کہ تو بھی اس سے راضی ہے اور وہ بھی تجھ سے راضی ہے اور میرے بندوں کی صف میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

خدا کی جانب سے آواز آئی اے حسین علیہ السلام! آئیں آئیں! عام جنت، جنتِ عدن اور جنتِ رضوان تمہارے لئے بہت ہی چھوٹا مقام ہے، تم میرے پاس آؤ۔ یہ ہے مقامِ عند اللّٰہی اور اسے خدا کی جنت کہتے ہیں اور یہ جنت خدا اسے عطا کرتا ہے جو راضی بھی ہو اور مرضی بھی ہو، یعنی خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہے۔ یہاں پر عاشورا برپا ہوتا ہے، کیونکہ امام حسین علیہ السلام منزل مقصود تک پہنچ گئے تھے اور ہدف، خدا کا دین اور خدا کی رضا تھا اور آخری ہدف مقامِ عند اللّٰہی تک پہنچنا تھا۔ اسے اخلاص کا آخری مقام کہا جاتا ہے۔ خلوص کے سات مراتب یا درجات میں سے یہ آخری درجہ و مرتبہ ہے۔

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے ہمیں انہی مقامات تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ انسان خلیفۃ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے وقت فرشتوں سے فرمایا:«وَ إِذْ قالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ إِنِّی جاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَةً»[۹].جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں روئے زمین پر ایک جانشین اور حاکم مقرر کرنے لگا ہوں۔

ہمیں مقامِ الٰہی تک پہنچنے کے لئے خلق کیا گیا ہے اگر آپ سے پوچھیں کہ آپ کس لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ قرآن مجید کے مطابق پوری کائنات ہمارے لئے خلق کی گئی ہے اور ہم خدا کے لئے خلق ہوئے ہیں۔

اربعین واک اور طبّی مشورے، اپنے بچوں کی صحت کا خصوصی خیال رکھیں

سفر شروع کرنے سے پہلے بچوں کو ضروری ویکسین ضرور لگوائیے۔

گرم دھوپ اور جلد کی بیماریوں سے بچنے کے لئے بچے کی جلد پر کریم اور لوشن استعمال کریں۔

پورے سفر کے دوران بچوں کو حتی الامکان پر امن مقامات پر رکھیں۔

بچوں کو کھانا کھلانے سے پہلے کھانے کا معیار ضرور چیک کریں تاکہ خراب یا متعفن کھانا کھا کر بچے کا پیٹ خراب نہ ہو جائے۔

بچے کے اندر انفیکشن یا کسی بیماری کی علامات ظاہر ہو جائیں تو فوراً قریبی مرکز طبّی امداد سے رجوع کریں۔

سفر سے پہلے اگر بچے کو اسہال، انفیکشن یا فوڈ پوائزن ہے تو سفر میں لے جانے سے گریز کریں۔

گرم موسم کے مطابق بچے کے لئے لباس لے جائیں۔

شیر خوار بچوں کو سفر کے دوران ماں کا دودھ پلائیں۔

بچے کے ہمراہ دوائی وغیرہ ہیں تو اس کو گرمی اور دھوپ سے بچائیں۔

بچوں کے سفر کے دوران ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں۔

واقعۂ عاشورا کی تاریخی اہمیت اور شعائر حسینی

تحریر: حجۃ الاسلام عباس جعفری فراہانی

ترجمہ: سکندر علی بہشتی

اسلامی کیلنڈر کے پہلے ماہ یعنی ماہِ خون و قیام محرم الحرام کی آمد کے ساتھ پوری دنیا میں لوگ امام بارگاہوں، مساجد اور دیگر مقامات میں قافلۂ حسینی کی عزاداری منعقد کرتے ہیں۔ماہ محرم و صفر میں لوگ کسی نہ کسی طرح امام حسین اور اہل بیت سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ہر کوئی اپنے طور پر اس راہ میں کوئی نہ کوئی قدم اٹھاتا ہے۔اس دوران عزاداری امام حسین علیہ السلام کے انعقاد کے سلسلے میں مختلف موضوعات زیر بحث آتے ہیں جن میں سے ایک اہل بیت کی تاریخ و سیرت کی شناخت ہے۔خطباء، اہل منبر اور ذاکرین اہل بیت کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔اسی طرح عالمِ اسلام اور عصر حاضر کے مسائل نیز عاشورا کے سبق آموز زاویے، حسینی تعلیمات اور شعائر حسینی کی حفاظت ماہ محرم و صفر کے اہم ابحاث میں شامل ہیں جن پر سب کی توجہ ہونی چاہیے۔

صدر اسلام سے آج تک کے محققین، محدثین، مورخین اور مفسرین کی یہ کوشش رہی ہے کہ ائمہ معصومین کی تاریخ و سیرت سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ائمہ اہل بیت کی تاریخ کے بارے میں جو بنیادی منابع ہمارے پاس موجود ہیں وہ غیبت کبری کے آغاز اور شیخ مفید کے زمانے میں مدون ہوئی ہیں۔

خطباء اور مبلغین صرف معتبر مآخذ سے استفادہ کریں

شیخ مفید چوتھی صدی ہجری کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک ہیں جو بغداد میں ساکن تھے۔وہ اپنی تصنیفات اور کتب کی بہت کثیر تعداد چھوڑ گئے ہیں جن میں سے ایک بہترین تاریخی کتاب "الارشاد" ہے جو اہل بیت کی تاریخ کا ایک جامع و کامل ذخیرہ ہے۔اسی طرح دیگر علما مثلاً مرحوم شیخ کلینی اور مرحوم شیخ صدوق وغیرہ نے قرآنی علوم، امامت اور تاریخ و سیرت سے مربوط ابحاث کو اپنی کتب اصول کافی، عیون اخبار الرضا اور التوحید وغیرہ میں جمع کیا ہے۔

علمائے اہل سنت نے بھی اہل بیت کی تاریخ سپردِ قلم کرنے میں کافی کوشش کی ہے۔بطورِ مثال اہلِ سنت کے عظیم مورخ طبری نے "تاریخ طبری" میں اہل بیت سے مربوط بہت سے مباحث کو جمع کیا ہے۔اسی طرح ابن جوزی (متوفی: ۶۵۴ھ) نے "تذکرۃ الخواص" میں، ابو الفرج اصفہانی (۳۵۶ھ) نے "مقاتل الطالبین" میں اور ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) نے "الطبقات الکبری" میں اہل بیت اطہار سے مربوط مباحث کو نقل کیا ہے۔یہ اہل سنت کی بعض نمایاں شخصیات ہیں۔

عصر حاضر میں بھی علما اور دانشوروں نے اہل بیت اور عاشورا کے بارے گرانقدر آثار تالیف کیے ہیں۔چنانچہ شیخ عباس قمی نے "منتہی الآمال" اور "نفس المہموم" اور دوسری کتابیں لکھی ہیں۔اربابِ قلم، خطباء، مبلغین اور مقررین پر لازم ہے کہ تاریخ حسینی، سیرت امام

حسین علیہ السلام اور کربلا سے مربوط مسائل میں ان معتبر مآخذ و منابع کی جانب توجہ دیں اور اپنے بیانات میں ضعیف روایات اور کتب سے استفادہ نہ کریں۔ بطورِ نمونہ کتاب "تاریخ و مقتل جامع سید الشہداء" کا نام لیا جاسکتا ہے جو استادِ محقق مہدی پیشوائی کے زیر نظر محققین کی ایک جماعت نے مرتب کی ہے اور دو جلدوں میں شائع بھی ہوئی ہے۔ (اس کا خلاصہ بھی ایک جلد میں شائع ہوا ہے۔) یہ کتاب بھی خطباء اور ذاکرینِ کرام کے لئے ایک قابلِ اعتماد مأخذ ہے۔

"وقعۃ الطف" مقتل کی ایک نہایت کامل اور معتبر کتاب واقعہ کربلا سے مربوط ایک اور کتاب جو دورِ حاضر میں مدون ہوئی ہے وہ ابو مخنف ازدی کوفی (۱۵۷ھ) کی کتاب مقتل الحسین ہے۔ یہ واقعۂ عاشورا سے مربوط صحیح ترین اور گرانقدر کتاب ہے۔ یہ کتاب سالہا سال بغیر کسی تحقیق کے شائع ہوتی رہی، یہاں تک کہ تاریخ اسلام و تشیع کے گرانقدر محقق استاد شیخ محمد ہادی یوسفی غروی نے اس کتاب کی تصحیح کی اور اسے "وقعۃ الطف لابی مخنف" کے نام سے ادارہ: انتشارات اسلامی کے زیر اہتمام شائع کیا۔ یوں یہ کتاب دینی علوم کے مراکز اور یونیورسٹیوں کے اربابِ علم و دانش کی توجہ کا مرکز بنی۔ مجمع جہانی اہل بیت ایران و لبنان کی طرف سے بھی یہ کتاب چھپ گئی ہے۔ اس کتاب کا بعض زبانوں مثلاً فارسی، انگریزی، اردو، فرانچ، کردی، ترکمانی اور ترکی استنبولی میں ترجمہ ہوا ہے۔ یہ تراجم شائع بھی ہوئے ہیں۔

آج یہ کتاب (وقعۃ الطف) ایک کامل اور معتبر ترین تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب میں جو واقعات اور حقائق نقل ہوئے ہیں وہ خرافات، جھوٹ اور جعلی مطالب سے دور ہے۔ اس بنا پر یہ درخواست کی جاتی ہے کہ خطبا اور مقررین و مبلغین عوام کے ہاں اس گرانقدر کے کتاب مطالب بیان کریں اور غیر معتبر منابع سے نقل نہ کریں۔

حسینی تعلیمات اور شعائر کی حفاظت کی اہمیت

سانحۂ عاشورا اور کربلا کی داستانِ شجاعت و قربانی کی تعظیم و تکریم پر ائمہ اہل بیت، علما اور مراجع نے ہمیشہ زور دیا ہے۔ ان کی نگاہ میں واقعہ کربلا خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس واقعے کی عظمت باقی رہے تو لازم ہے کہ محرم و صفر میں حسینی پیغام اور شعائر حسینی کی حفاظت کریں۔

خطابت، مجالس عزا، ذکر مصائب، دستہ عزا، سینہ زنی، گھروں اور عمومی جگہوں کو سیاہ پوش کرنا اور نذورات و تبرکات کا اہتمام شعائر حسینی ہیں۔ سب کو ان کی جانب توجہ دینی چاہیے۔ اس بارے میں خطبا، ذاکرین، مرثیہ خواں، نوحہ خواں، ماتمی انجمنوں کے ذمہ داران، امام بارگاہوں کی انتظامیہ اور عوام سب ذمہ دار ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم محرم کی حرمت کا لحاظ نہ کریں اور ثواب کے بجائے گناہ کے مرتکب ہو جائیں۔

امام بارگاہوں اور پبلک مقامات پر احادیث اور معتبر اقوال نصب کئے جائیں

اگر ہم امام حسین اور عاشورا کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ان اشتباہات کے مرتکب نہ ہوں جو آج معاشرے میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جن احادیث اور اقوال سے مساجد، امام بارگاہوں اور دیگر عمومی مقامات کو مزین کیا جاتا ہے ان

میں ضعیف اقوال نقل نہ کئے جائیں۔ علم اور عزاداری سے مربوط دیگر چیزوں پر جو اقوال نقل کئے جاتے ہیں ان میں معتبر اور صحیح مطالب نقل کئے جائیں تاکہ لوگوں کی توجہ حقائق کی جانب مرکوز ہوسکیں۔

ممکن ہے کہ عزاداری کے مراسم میں سینہ زنی، شیپور اور طبل وغیرہ بعض اوقات لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث بن جائیں۔ اس صورت میں ان سے اجتناب برتنا چاہیے۔ اگر ان کی آواز مریضوں اور ہمسایوں کے لئے اذیت و تکلیف کا باعث بنے تو یہ شعائر خدا کے تقرب اور ثواب کی بجائے گناہ کا سبب بنیں گے۔ اسی طرح قمہ زنی اور زنجیر زنی کے ذریعے خود کو زخمی کرنا اور خون نکالنا شعائر حسینی کی ترویج کا سبب نہیں ہے۔ ایسے افعال سے اجتناب کیجیے اور تبرکات کے سلسلے میں صفائی اور پاکیزگی کی رعایت کیجیے۔

کیا واقعہ کربلا کا تذکرہ اتحادِ امت کے لئے نقصان دہ ہے؟

ایک نکتہ جس کی طرف محرم میں توجہ دینا ضروری ہے اور اسے عمومی سطح پر بھی بیان ہونا چاہیے وہ عالم اسلام کے مسائل ہیں۔ ہر سال دنیا خصوصاً عالم اسلام میں جو واقعات پیش آتے ہیں ان سے مسلمانوں کو لاتعلق نہیں رہنا چاہیے۔ بطورِ مثال آج عالم اسلام میں شیعہ و سنی اختلاف کو ہوا دی جارہی ہے۔ اگر ہم تاریخ اور سیرت ائمہ کی جانب توجہ دیں تو ہم دیکھیں گے کہ شیعہ و سنی کے درمیان اتحاد کا مسئلہ ائمہ کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ ائمہؑ کی اس پر توجہ تھی۔ آج بھی رہبر انقلاب اور دیگر فقہا اس مسئلے اور اتحادِ امت کو زبردست اہمیت دیتے ہیں۔ پس خطبا اور ذاکرین کو کوئی ایسا مطلب بیان نہیں کرنا چاہیے جو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا باعث ہو۔

آج دنیا میں میڈیا اور الیکٹرانک روابط کی وجہ معمولی منفی گفتگو بعض اسلامی مذاہب کے پیروکاروں کی جانب سے ردّ عمل کا سبب بنتا ہے جو ممکن ہے کہ اتحادِ امت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ مذاہب اسلامی کے درمیان اتحاد کی خاطر واقعۂ عاشورا کو بیان ہی نہیں کرنا چاہیے جبکہ اکثر اہل سنت معاویہ اور یزید کو قبول ہی نہیں کرتے کیونکہ ان دونوں نے شرعی حدود سے تجاوز کیا اور دونوں ایسے اعمال کے مرتکب ہوئے جو پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت کے مخالف تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ یزید کی بیعت نہیں کہ بلکہ اس کی فاسد حکومت کے خلاف قیام کیا۔

فلسطین کے حوالے سے عزاداروں کی ذمہ داری

آج عالم اسلام کے لئے فلسطین سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس سرزمین پر استعماری طاقتوں کی پشت پناہی سے صیہونیوں نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے اور فلسطین کے مظلوم مسلمان صیہونیوں کی طرف سے ظلم و ستم کے شکار ہیں۔ اس لئے محرم کے ایام میں منبروں سے مسئلہ فلسطین کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ عوام بھی اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

دنیا کے مسلمانوں کو چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام کے اہداف و مقاصد کی پیروی میں ظلم اور ناانصافی کا مقابلہ کریں۔ اگر امام حسین علیہ السلام آزادی بشریت کے علمبردار تھے تو ان کے پیروکاروں کو بھی چاہیے کہ ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کریں۔

اسرائیل، فلسطینی عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ اس لئے عزاداروں کو فلسطین کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔ کسی بھی آزادی پسند انسان کو اسرائیل کی طرف سے فلسطینی عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش نہیں رہنا چاہیے۔

تکفیر اور مسئلہ یمن

بد قسمتی سے آج عالم اسلام کو تکفیری دہشت گردوں کا سامنا ہے۔ یہ تکفیری اپنے آپ کو اسلام کے نام سے متعارف کراتے ہیں۔ وہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ کے نعرے کے ساتھ بہت سے مظالم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان تکفیری دہشت گردوں نے اپنے وحشیانہ افعال کے ذریعے بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم و ستم کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔

تکفیری گروہ عالم اسلام میں ایک انحرافی ناسور اور انتہائی خطرناک گروہ ہے۔ خطبا اور اہل قلم کی ذمہ داری ہے کہ محرم میں اس مسئلے کو بیان کریں اور شام، عراق، افغانستان اور دیگر ممالکِ اسلامی میں انجام پانے والے مظالم سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اسی طرح لوگ بھی ان تکفیریوں مثلاً داعش اور دیگر دہشت گردوں کے مقابلے میں اپنا موقف بیان کرنے کے ساتھ ان کے مظالم کی مذمت کریں۔

سعودی عرب نے مظلوم یمنوں پر تجاوز کیا ہے۔ وہ یہاں کے عوام پر (جن کی اکثریت زیدی ہے) ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ اب تک ہزاروں یمنی بچے، خواتین یا زخمی ہوئے ہیں یا ان کو شہید ہوئے ہیں۔ خطبا اور عزاداروں کو اس پر بھی توجہ دینا چاہیے۔

لندنی تشیع کا سب بڑا ان ہدف اختلاف انگیزی ہے

عالم اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مہدویت کے جھوٹے وعویدار ہیں۔ آج بعض منحرف عناصر مہدویت اور امام زمان کا فرزند ہونے کے جھوٹے دعویدار ہیں۔ احمد الحسن نامی مفسد یمانی ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ سید سرخی عراق میں مہدویت کا مدعی ہے۔ اہل منبر اور مبلغین ان مسائل کو بیان کریں۔ کہیں لوگ ان کی طرف مائل نہ ہوں۔ لوگوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ استعماری طاقتیں ان مفسدین کی پشت پناہی اور حمایت کر رہی ہیں۔

ایک اہم مسئلہ جسے رہبر انقلاب نے بیان کیا ہے وہ لندنی تشیع کا مسئلہ ہے۔ بد قسمتی سے بعض افراد خود دینی علوم کے مراکز میں پڑھنے کا دعوی کرتے ہیں ایسے گرہوں سے وابستہ ہیں اور ایسے مسائل کو تشیع کی طرف نسبت دیتے ہیں جو مراجع و علما کے لئے قابل قبول نہیں ہیں۔

لندنی تشیع کا سب سے بڑا ہدف اتحادِ امت کی مخالفت ہے۔ یہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے قائل نہیں۔ ان کی ساری سرگرمیاں اتحاد کو ختم کرنے اور تفرقہ پھیلانے کے لیے ہیں.

آج قمہ زنی تشیع اور معارفِ حسینی کی توہین کا سبب ہے

تشیعِ لندنی کے طرفدار قمہ زنی کی حمایت کرتے ہیں جبکہ مراجع کی جانب سے اس کی تائید نہیں کی جاتی۔ گذشتہ زمانے میں قمہ زنی محدود سطح پر خاص جگہوں پر انجام پاتے تھے۔ آج فقہا و مراجع اس سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ مذہب حقہ اور حسینی تعلیمات کی توہین کا سبب ہے۔ اس موضوع پر کتابیں بھی لکی گئی ہیں مثلاً کتاب "قمہ زنی آبرو داری یا آبرو ریزی؟" مولفہ: محمود یزدانی۔ اسی طرح کتاب "قمہ زنی سنت یا بدعت؟" تالیف: مہدی مسائلی۔

خطبا اور مقررین عوام کو ان کا تعارف کرا سکتے ہیں

عاشورائی اسباق اور تعلیمات

رہبر انقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے بیانات میں عاشورا کے دروس اور سبق آموز موضوعات کی جانب توجہ دلائی ہے کہ عاشورائی مجالس میں شرکت کا مقصد کیا ہے اور ہم ہر سال کیوں عزاداری کرتے ہیں؟

کربلا کے اسباق میں سے ایک اہم سبق عزت و سربلندی کا سبق ہے۔ امام حسین کی عظمت کا راز بھی یہی ہے کہ آپ نے ظلم کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ اس بنا پر مسلمانوں کو بھی ہمیشہ عزت نفس کا محافظ ہونا چاہیے۔ جو مشکلات شیعوں کے لئے پیش آتی ہیں ان میں اگر عزت وذلت میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو باایمان مسلمانوں کو عزت کا راستہ چننا ہوگا۔ امام حسین علیہ السلام نے یزید کے مقابلے میں قیام کیا اور فرمایا: "مجھے دو راستوں میں سے ایک کے انتخاب پر مجبور کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ یا ذلت (بیعتِ یزید) کا راستہ اختیار کروں یا ننگی تلوار (موت) کا سامنا کروں؟ یاد رکھو کہ میں کبھی ذلت قبول نہیں کروں گا۔"

ایک اور درس جو کربلا سے حاصل ہوتا ہے وہ آزادی اور حریت کا سبق ہے۔ امام حسین کے دور میں لوگ آزاد اور آزاد منش نہیں تھے۔ اسی لیے امام نے فرمایا:

"اے اہلِ کوفہ! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے تو کم از کم دنیا میں آزاد منش بن کر رہو۔"

آج ہمارے لوگوں نے آزادی کا درس امام حسین اور آپ کے اصحابِ باوفا خصوصا حر بن یزید ریاحی سے سیکھا ہے۔

شجاعت اور غیرت عاشورا کا ایک اور درس ہے۔ لوگ شجاعت اور غیرت کو حسین سے سیکھیں اور اس صفت کے سہارے معاشرے میں پیش آنے والے مسائل میں اپنی ذمہ داریوں پر عمل پیرا ہوں۔ باغیرت مسلمانوں کو چاہیے کہ دورِ حاضر کے عادل، باغیرت اور شجاع فقہا خصوصاً رہبر مکرم آیت اللہ خامنہ ای کی سیرت کی طرف رجوع کر کے حسینی اقدار کو زندہ رکھیں۔

قرآن پر عمل، عبرت کا حصول اور دینی تعلیمات پر عمل بھی کربلا کے دروس میں شامل ہیں۔

امر بالمعروف، نہی از منکر: قیام حسینی کا ایک اہم ترین ہدف

امام حسین علیہ السلام نے ظلم و ستم کا مقابلہ کیا۔ اس کے ساتھ قرآنی تعالیم، نماز، روزہ، جہاد، امر بالمعروف اور نہی از منکر پر بھی خاص طور سے توجہ دی۔ امر بالمعروف عاشورا کے اہم ترین اہداف میں سے ایک شمار ہوتا ہے۔

امام حسین امر بالمعروف کے عنوان سے کربلا کے میدان میں داخل ہوئے۔ آپ نے اپنے مخالفین کو ان منکرات سے روکا جن کے وہ مرتکب تھے۔ آپ نے قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات پر عمل کرنے کی دعوت دی۔

ادھر ایثار، صبر اور استقامت بھی عاشورائی اقدار واسباق میں شامل ہیں۔ عاشورا ایک عظیم حادثہ ہے۔ ایک اہم دلیل جس کی بنا پر ائمہ اطہار علیہم السلام نے اس سانحے کو زندہ رکھنے کی تلقین کی ہے وہ اس کے نہفتہ دروس اور عبرتیں ہیں۔

انقلابِ اسلامی اور اسلامی نظام بھی عاشورا کے ثمرات میں شامل ہیں

عظیم اسلامی انقلاب امام خمینی کی قیادت میں ایران اور دنیا کے اندر رونما ہوا اور آج رہبر معظم حضرت آیت اللہ خامنہ ای کی بے مثال قیادت میں جاری وساری ہے۔ یہ انقلاب بھی عاشورا کے اہم ترین نتائج میں سے ایک ہے۔

امام خمینی نے شاہ کے فاسد اور ظلم وستم پر مبنی حکومت کے خلاف قیام کیا۔ اس حکومت کو امریکہ اور استکباری طاقتوں کی حمایت حاصل تھی۔ عوام وعلما سب نے امام کی حمایت کی اور انقلابِ اسلامی خدا کی لایزال قوت پر اعتماد اور ایران کے مسلمانوں کی ہمت، شہامت وشہادت، استقامت اور عاشورائی اہداف کے نتیجے میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ حقیقت میں انقلابِ اسلامی ایران امام حسین علیہ السلام کے اس عظیم انقلاب کا تسلسل ہے جو سنہ ۶۱ ہجری میں واقع ہوا۔

ایران کے انقلابی عوام آج بھی میدان عمل میں حاضر ہیں۔ وہ امام خمینی کے نظریات اور رہبر انقلاب امام خامنہ ای کے قائدانہ فرامین پر کاربند ہیں۔ امید ہے کہ یہ انقلاب امام زمانہ کے عالمی قیام اور ظہور تک جاری وساری رہے گا۔ انشاء اللہ

منبع ترجمہ:

https://www.hawzahnews.com/news/916324

امامؑ کی اصلاحی تحریک کا عنوان: سیرتِ پیغمبرؐ اور سیرتِ علیؑ کا احیا

ان وجوہات کی بنا پر امام حسینؑ سمجھتے تھے کہ اصلاح کا عمل ناگزیر ہے، اور یہ اصلاح پیغمبرؐ اور علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت کا احیا تھی یہ دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام حسینؑ کا ہدف اور مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے پیغمبر اسلامؐ اور امیر المومنین علیؑ کی سیرت کا احیا تھا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احیا کا وسیلہ ہے، خود ہدف اور مقصد نہیں ہدف در حقیقت پیغمبر اسلامؐ اور حضرت امیرؑ کی سیرت کو زندہ کرنا تھا۔

آیۃ اللہ ابراھیم امینی

انقلاب حسینؑ مشعلِ راہ

تحریر: حجۃ الاسلام محمد حسن صلاح الدین

... نبی اکرمؐ کا حسین ابن علیؑ کے بارے میں ارشاد ہے: ''حسینؑ شمع ہدایت اور کشتیِ نجات ہیں''

اُ...ہاں! امام حسینؑ ہر مقام پر مینار ہدایت، ہر طوفانی سمندر میں کشتیِ نجات، ہر ظلمت وتاریکی میں شمعِ فروزاں، ہر مظلوم و محروم کے دل کا سہارا، ہر ظالم و جابر کے لئے تیغ بر آں، ہر سکوت و جمود میں حرکت و انقلاب، ہر مجاہد و آزادی خواہ کی سپر، ہر اجتماعی و اخلاقی بحران کا حل اور ہر سیاسی، فکری و ثقافتی مرض کا واحد علاج ہیں۔

... حسینی انقلاب کا ہر پہلو درسِ زندگی دیتا ہے۔ یہ انقلاب سراپا سبق اور نصیحت ہے۔ اس کا ہر مرحلہ ہمارے مراحل زندگی کا علاج پیش کرتا ہے اور یہ زندگی کے ہر حیرت، تذبذب اور تردد کے تاریک مراحل میں مشعل راہ ہے۔

... انقلابِ حسینؑ سراپا درسِ زندگی ہے۔ یہ مرنے اور جینے دونوں طریقوں کا سبق سکھاتا ہے، نہ کہ صرف رونے کا سبق دیتا ہے۔ لہٰذا انفرادی، اجتماعی، ثقافتی، ادبی، گھر ہو یا بازار، امامبارگاہ ہو یا دکان، پڑھتا ہو یا سنتا ہو، مقرر ہو یا مستمع، غرض زندگی کے تمام میدان اور مواقع میں اس عظیم تاریخی واقعے سے درس لینا چاہئے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس انقلاب کو اپنے سارے وجود پر حاکم قرار دے۔ کیونکہ اس انقلاب کو صرف اور صرف واقعے کی حد تک باقی رکھنا ہرگز امام حسینؑ کو منظور نہیں تھا۔ بلکہ آپؑ کا مقصد یہ تھا کہ یہ اسلامی معاشرے کی انفرادی و سماجی زندگی کا اٹوٹ حصہ بن جائے۔ یہ اس کے جسم کی روح اور مردہ بدن کے لئے مسیحا بن جائے اور جامد و ساکن بدن میں حرکت و جنبش پیدا کرے۔ بے عملی اور کجروی اور انحرافات کا خاتمہ کرے۔ عمل، صراط مستقیم اور صحیح سمت اختیار کرنے میں مسلمانوں کا رہنما بنے۔ لہٰذا آپؑ کی آواز استغاثہ ''ہے کوئی میری فریاد پر لبیک کہنے والا؟'' ابھی تک طالبانِ حق وحقیقت کے کانوں میں گونج رہی ہے۔

... کربلا کے جوانوں اور نوجوانوں کے مواقف، شوق شہادت اور فداکاری سے ہمارے جوان یہ درس حاصل کریں کہ وہ اپنی زندگی کا معیار اور اسوہ حسنہ قرار دے کر عقیدہ اسلام اور اصول و اخلاق کے حصول اور پھر اس کے دفاع میں اپنی زندگی صرف کریں اور حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ، حضرت ابوالفضل عباسؑ اور فرزندان آلِ عقیل کے نقش قدم پر چلیں۔ حسینیت کو اپنا مکتبِ حیات ماننے والے جوان کو کبھی یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی ساری جوانی کھیل کود، کجروی، آوارگی اور لایعنی کاموں میں صرف کردے۔

... جوانوں کو چاہئے کہ وہ جوانانِ خط کربلا پر چلنے کا عہد کریں اور ہر تباہ کن آزادی اور مشرق و مغرب کی اندھی تقلید سے آزاد ہو کر عقل و منطق کی اتباع کریں اور اپنے اندر انقلاب، تبدیلی اور تحریک پیدا کریں۔ پھر معاشرے کی اصلاح، اسلام کے پھیلاؤ اور پوری

انسانیت کی نجات کا ہمّ و غم سینے میں لے کر میدانِ جہاد میں ہتھیلی پر جان رکھ کر، مکمل ارادے کے ساتھ نکلیں۔اسی میں زندگی حقیقی مقصد اور اسلامی اصولوں پر عمل درآمد کرنے کا واحد ذریعہ پایا جاتا ہے

... حسینؑ ابن علیؑ کے انقلاب سے دو متوازی راہوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔اور یہ راہیں قیامت تک باقی رہ سکتی ہیں۔یعنی حسینیت اور یزیدیت۔ان میں سے ہر ایک راہ کی الگ الگ خصوصیات ہیں اور ان میں ایک وصف بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو دونوں میں مشترکہ ہو۔

... یزیدیت... نفاق، کفر، شرک، ظلم، بے انصافی، حق تلفی، بے عملی، اسلام کے اصول و نظریات کی بیخ کنی، قرآن و سنتِ طیبہ کی نابودی، جاہلیت کی برقراری مختصر یہ کہ ہر بدی اور بری چیز کا دوسرا نام اور اس کی مکمل تصویر ہے۔

... جبکہ حسینیت... ان تمام مذکورہ اوصاف کے برعکس ہر خوبی و خیر، اصلاح، دعوتِ فکر و نظر، پیام عمل کا نام اور عملی تصویر ہے۔

... امام حسینؑ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی سیرت کو حسینی سانچے میں ڈھالنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں دوسرے افراد کو اس کے حقائق، فلسفے اور اہداف و مقاصد سے روشناس کراتے رہیں اور یہ قیام عملی شکل میں ہماری ہر حرکت و سکون میں زندہ رہے۔تاکہ ہمارے قوائے عمل معطل اور شل نہ ہونے پائیں۔بلکہ امام حسینؑ کا نام، آپؑ کی یاد، آپؑ کے لئے ہر آہ و بکا، آپؑ کی مصیبت میں صفِ ماتم بچھانا سب کے سب ہمارے لئے بہترین اور موثر ترین محرکِ عمل بنیں اور ان کے اثرات ہمارے عمل پر رونما ہوں۔

... اگر ہم ہر سال امام حسینؑ کی یاد میں رنج و غم اور ملال کا اظہار کرتے رہیں تو اس لئے کہ اس کی حرارت اور طاقت کے تازہ تازہ اثرات ہمارے کردار پر پڑتے ہیں۔واقعہ کربلا دراصل ایک جامع و ہمہ گیر مدرسہ ہے۔جہاں دنیا کو مذہب، اخلاق، کردار سازی، تعمیر ذات اور فرض شناسی کے اصول سکھائے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔

اقتباس از کتاب: ''شہید اسلام''

20صفر کا دن وہ دن ہے کہ حرم امام حسین علیہ السلام شام سے مدینہ منورہ کی طرف لوٹا؛ اور اسی روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (رض) سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کی نیت سے مدینہ سے کربلائے معلی مشرف ہوئے اور جابر پہلی شخصیت ہے جنہوں نے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی۔

علامہ حلیؒ

نگارش: محمد محمدی اشتہاردی

ترجمہ: نادم شگری

قیام عاشورا کے بنیادی پیغامات میں سے ایک ہر زمانے میں نفیِ طاغوت، نہی از منکر اور طاغوتی حکومتوں کے ساتھ سخت مقابلہ ومبارزہ کرنا ہے۔ خود اس نہضت کی بنیاد ایک ایسے مبارزہ پر رکھی گئی ہے جو طاغوت کی بیعت نہ کرنے سے شروع ہوا اور عدل الٰہی کی برقراری اور محل استبداد کی نابودی پر منتج ہوا۔ اس بارے میں کلامِ امامؑ کی بلندیوں کی پرف آپؐ کو متوجہ کروں گا:

الف) ''کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہورہا اور باطل سے روکا نہیں جارہا، ایسے حالات میں مومن کو اللہ سے ملاقات کی تمنا کرنا چاہئے، میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ذلت کے سوا کچھ نہیں سمجھتا ہوں۔'' (مناقب آل ابی طالبؑ ج۴۔ ص۶۸)

ب) عاشور کے دن جب دشمن کی طرف سے امامؑ پر شدید دباؤ کے ساتھ پیغام آیا کہ ''تسلیم کرو تاکہ نجات اور امان پاؤ!'' آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''نہیں خدا کی قسم! ہر گز پست اور کم ہمت لوگوں کی طرح اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہِ فرار اختیار کروں گا۔'' (مناقب آل ابی طالبؑ ج۴۔ ص۶۸)

ج) حضرت مسلمؑ کے ہاتھوں کوفہ کے لوگوں کے نام بھیجے گئے خط میں امام نے یوں تحریر فرمایا: ''میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امام اور رہبر وہ ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرے، حق کی پیروی کرے اور اپنے وجود کو اللہ کے لئے وقف کردے۔'' (ارشاد مفیدؒ۔ ص۲۱۰)

امامؑ نے اپنے اس پیغام کے ذریعے ان طاغوتوں کی پیشوائی پر سرخ علامت لگائی ہے جو قرآن مجید، عدالت اجتماعی اور دین حق کے خلاف چلتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کے اسیر ہیں۔ آپؑ نے دنیا والوں پر زور دیا کہ ایسے افراد کو اپنا امام اور رہبر نہ بنائیں، امامِ حق اور امام باطل کی خصوصیات کو پہچانیں اور بصیرت وآگاہی کے ساتھ سچے رہبر کے انتخاب کے لئے اٹھیں۔

د) امامؑ نے اپنے وصیت نامہ میں اپنے بھائی محمد حنیفہ کو اس طرح لکھا: (مدینہ سے) ''میرا نکلنا نہ خود پسندی اور تفریح کی غرض سے ہے اور نہ فساد اور ظلم وستم میرا مقصد ہے۔ میں تو صرف اس لئے نکلا ہوں کہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کو انجام دوں اور یوں (اس انجام دہی میں) اپنے نانا اور اپنے والدِ گرامی کی سیرت کی پیروی کروں۔'' (مثیر الاحزان۔ ص۱۴۔ لہوف، سید ابن طاؤس۔ ص۶۱)

ان تمام پیغامات کے ذریعے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ امر بالمعروف و نہی از منکر، امت اسلامی کی اصلاح اور سیرت نبویؐ وعلویؑ قائم رکھنا جیسے عوامل عاشورائی قیام کے اصلی ارکان ترتیب دینے میں کارفرما ہیں۔ اس بناپر راہ حسینؑ پر چلنے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ معاشرے میں جہاں کہیں انحراف وتباہی دیکھیں تو اس کی اصلاح کے لئے قیام کریں اور اسلام کے دو اہم فریضوں (امر بالمعروف و نہی از منکر) کے ذریعے پوری دنیا اور اپنے ارد گرد کو انحرافات، بربادی اور بے عدالتی کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک کریں۔

اربعین حسینی:

امت مسلمہ کی قوت اور پیام حسینی کی ابدیت کا مظہر

ترجمہ: غلام محمد محمدی

قیام عاشورا ایک منفرد مکتب فکر ہے۔ یہ ایک تہذیبی، فکری اور اخلاقی گفتگو ہے۔ یہ آج بھی اہل یقین کے دلوں میں زندہ ہے اور قیامت تک ایسا رہے گا۔ عاشقان مکتب حسینی پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس پیغام کی حقیقت کو خود سمجھیں اور پوری دنیا تک دنیا تک پہنچائیں۔

اربعین حسینی ظلم اور ناروا امتیازات کے خلاف جدوجہد کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ استبدادی نظاموں اور ظلم کے خلاف کھڑا ہونا چاہیے اور طاغوتی نظاموں کے خاتمے تک مزاحمت کرنی چاہیے۔

اربعین حسینی کربلا کے سرخ انقلاب کی بنیادوں اور یادوں کو مضبوط کرنے ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ اربعین نے قیام حسینی کو تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ عاشقان حسینی اربعین کے موقعے پر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تجدید عہد کرتے ہیں۔ وہ اس عہد کا بہترین اظہار کربلا میں سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کے ذریعے کرتے ہیں۔

اہل بیت علیہم السلام کے دلدادہ لوگ قومیت، وطنیت اور مذہب سے بالاتر ہو کر حق پرستی اور حق طلبی کے جھنڈے تلے جمع ہوتے ہیں تاکہ انسانی اقدار کے احیا پر مبنی ان عظیم مراسم کو باشکوہ انداز میں منائیں۔ اربعین مسلمانوں کے اتحاد اور انسجام کی طاقت کا مظہر ہے۔ یہ تاریک تکفیری سوچ کے مقابلے میں حقیقی اسلام کی شناخت دنیا کے سامنے پیش کرنے کا سنہری موقع ہے۔

اربعین کا معنوی سفر: چالیس تابناک نکات وآداب

ترجمہ وتحقیق: عابد علی ہادی

۱۔ دوسروں سے عفوو بخشش طلب کرنا،

۲۔ سفر سے پہلے وصیت کرنا،

۳۔ روزہ: زیارت کی معنوی کی تیاری کے لئے سفر سے پہلے تین دن روزہ رکھنا،

۴۔ غسل: گھر سے نکلنے سے پہلے غسل کرنا؛

۵۔ سفر کی دعائیں: سفر سے پہلے اور سفر کے دوران مختلف دعائیں پڑھنا؛

سُبحانَ الذِی سَخَّرَ لَنا هذا وَما کُنّا لَهُ مُقرِنینَ * وَإِنّا إِلی رَبِّنا لَمُنقَلِبُونَ (پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے اسے مسخر کیا۔ ورنہ ہم اسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔ اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ {زخرف\۱۳و۱۴}

۶۔ انقطاع: اس پورے سفر میں انقطاع کی حالت میں رہنا چاہیے یعنی ہر چیز سے توجہ ہٹا کر صرف اصل مقصد کا ملحوظ نظر رکھنا چاہیے تاکہ کربلا سے معنوی وصال ہو جائے۔ دوسروں سے منقطع ہونا ضروری ہے۔ اگر زائر دوسروں سے وابستہ رہے گا تو کربلا سے منقطع ہو گا۔ (منقطع ہونے سے مراد ہے: موبائل، انٹرنیت، وٹس ایپ، ٹیلی گرام، اور دنیوی توجہات سے چشم پوشی۔)

۷۔ وقت سے استفادہ: یقیناً اربعین کا سفر ایک معنوی سفر ہے۔ اس معنوی سفر کے قیمتی لمحات سے بھرپور معنوی، ایمانی اور مثبت علمی و فکری استفادہ کرنا چاہیے۔

۸۔ علماء سے استفادہ: اس ملکوتی سفر میں علماء اور دانشوروں سے دینی موضوعات پر گفت شنید، تبادلہ خیال اور استفادہ کرنے کا بہترین موقع فراہم ہوتا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا ضروری ہے کیونکہ علم و معرفت کے دائرے میں توسیع سب سے افضل عبادت ہے۔

۹۔ تفکر: غور و فکر کرنے کے لئے زیارت اربعین کا یہ طولانی سفر ایک بہترین فرصت ہے۔ بقول معصوم ایک گھڑی غور و فکر کرنا سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اپنی باطنی برائیوں پر غور کریں۔ اپنی اصلاح، ایمانی پیشرفت اور امام زمانہ (عج) کی نصرت کے طریقوں پر غور کریں۔

۱۰۔ نماز جماعت: اپنی نمازیں اول وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کریں۔ نماز کے بعد باجماعت زیارت عاشورا خاص کر اس کا آخری حصہ جس میں اہل بیت ع کے دشمنوں پر لعنت کی گئی اجتماعی طوپر پڑھنے کی کوشش کیجیے۔

۱۱۔ طولانی تعقیبات۔ سفر زیارت میں ہر نماز کے بعد مستحبات کو انجام دینا چاہیے۔ ایک مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورہ توحید پڑھنے کے بعد طولانی سجدہ کیجیے۔

۱۲۔ زیارت عاشورا پڑھنا۔ ہر روز زیارت عاشورا بطور کامل پڑھنے کی عادت کیجیے۔

۱۳۔ دعائے عہد: زیارت اربعین کے نورانی سفر کے دوران ہر روز نماز صبح کے بعد دعائے عہد پڑھ کر امام عصر کے ساتھ تجدید عہد کے فیض سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

۱۴۔ زیارت اربعین: اربعین کے دن زیارت اربعین کا پڑھنا۔ (بعض مراجع کہتے ہیں کہ اربعین کے دن زیارت ضروری نہیں بلکہ اہم یہ ہے کہ اربعین کے دن آپ کربلا میں ہوں۔ اربعین سے پہلے یا بعد میں زیارت کریں۔)

۱۵۔ نماز شب: اس ایمانی سفر میں توجہ کے ساتھ نماز شب پڑھنے کا کچھ اور ہی لطف ہے جس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

۱۶۔ سفر زیارت کی راتوں سے بھرپور استفادہ: یعنی جہاں بھی قیام پذیر ہوں وہاں قضا نمازیں اور چھوٹی کتابوں کا مطالعہ فراموش نہ کریں۔

۱۷۔ ختم قرآن: کوشش کریں پورے سفر میں پورا قرآن ختم کریں۔ کم از کم سننے کی کوشش ضرور کیجیے۔

۱۸۔ ذکر الٰہی کی پابندی: "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا واللہ اکبر"، "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" استغفار "استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ" اور صلوات زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کیجیے۔ خوش نصیب ہے وہ زائر جو فضول باتوں کی بجائے ذکر حق کے ذریعے اپنے صفحہ باطن کو جلا بخشتا ہے۔

۱۹۔ امام زمانہ کی سلامتی اور ظہور کے لئے دعا۔ افضل الاعمال انتظار الفرج کے پیش نظر امام عصر کے لئے دعا کریں اور صدقہ دیں۔

۲۰۔ امام عصر کے حضور: اپنے آپ کو امام زمانہ کے حضور میں حاضر سمجھیے۔

۲۱۔ اعمال کو ہدیہ کرنا: اپنے تمام مستحب اعمال کے ثواب کو انبیاء، اولیاء اور شہدا کے نام ہدیہ کرنے کی روش اپنائیے۔ اس طرح آپ کے اعمال کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

۲۲۔ نیابتی زیارت: اپنی زیارت کے ساتھ ساتھ والدین، عزیزوں، رشتہ داروں، شہداء، صالحین ذوی الحقوق، دوستوں، مومنوں اور التماس دعا و زیارت کرنے والوں کی طرف سے زیارت پڑھنے کی کوشش فرمائیے۔ اس عمل سے ثواب میں بے تحاشا اضافہ ہوتا ہے۔

۲۳۔ شہداء اور مجاہدین کی قدردانی۔ سفر زیارت کے دوران ان محسنوں کو نہیں بھولنا چاہیے جنہوں نے ہمیں زیارت کے لئے فرصت فراہم کی اور امن وامان کا ماحول فراہم کیا۔ ان لوگوں کی قربانیوں کے طفیل آج ہم آسانی سے زیارت کر رہے ہیں۔ ۲۴۔ اہل بیت علیہم السلام کے مصائب پر توجہ: راستے میں جب بھی کسی مشکل سے دچار ہو جائیں تو آل محمد کی مصیبتوں کو یاد کریں کیونکہ ان کا احسان عظیم ہے۔

۲۵۔ غمگیں رہنا: پورے سفر میں اپنے آپ پر غم کی حالت طاری کرنا چاہیے۔

۲۶۔ بیہودہ باتوں سے پرہیز: دوران سفر آرام سے بات کرنا نیز مذاق اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۲۷۔ نیک ہمسفروں کا انتخاب: جو آپ کی معنویت میں اضافے کا باعث بنیں۔

۲۸۔ نگاہوں کی حفاظت: معنویت میں اضافہ کے لئے روحانی تمرکز اور نامحرم سے نگاہیں بچانا بہت اہم ہیں۔ (نگاہیں قلب کو زخمی کردیتی ہیں جس کی وجہ عبادات سے لذت ختم ہو جاتی ہے)

۲۹۔ کھانے میں اعتدال: پرخوری نہ کیجئے۔ یہ معنوی سفر کے لئے نقصان دہ ہے۔ خصوصاً کربلا کے راستے میں گوشت اور لذیذ ذائقہ دار کھانے مکروہ ہیں۔

۳۰۔ اسراف سے پرہیز: کوشش کریں اسراف نہ ہو اور دوسروں کو بھی اسراف کرنے سے منع کریں۔

۳۱۔ جلد بازی سے اجتناب: کربلا پہنچنے میں جلدی نہ کریں۔ ممکن ہے یہ ہماری معنویت کے کم ہونے کا باعث بنے۔

۳۲۔ جلد واپسی۔ کوشش کریں کہ اربعین کی فضا میں ایک دن سے زیادہ کربلا اور نجف میں قیام نہ کریں۔

۳۳۔ دوسروں کو اذیت پہنچائے بغیر زیارت کی انجام دہی: زیارت کے لئے ضروری نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ضریح کے قریب پہنچائے بلکہ جہاں امکان ہو وہیں سے زیارت پڑھے۔ (کسی کو اذیت پہنچانا حرام ہے جبکہ زیارت کرنا مستحب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مستحب کی خاطر ہم حرام میں مبتلا ہو جائیں اور زیارت کی برکات سے محروم ہو جائیں۔)

۳۴۔ اطمینان و سکون کی رعایت: زیارت کے دوران نہ اپنا سکون برباد کریں نہ دوسروں کا بلکہ ہمیشہ سکون اور وقار کے ساتھ زیارت کریں۔

۳۵۔ ایثار اور فداکاری کی مشق: ایثار و فداکاری فقط جنگ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انسان جہاں بھی ہو اس کا مظاہرہ کرے۔

۳۶۔ زائرین کی خدمت: زائرین کی خدمت میں سبقت کیجئے۔ رہائش کے لئے گھر دینا، لانا، لے جانا، مالی مدد، علاج و معالجہ وغیرہ خدمت کے طریقے ہیں۔

۳۷۔ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا: زائرین کے لئے ضروری ہے کہ عراقی عوام کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ انہیں ہماری حقیقی محبت نظر آنی چاہیے۔ ان کے سامنے مسکرائیے۔ اس طرح سے باہمی الفت بڑھتی ہے جبکہ اسلام کے دیرینہ دشمن ناکام ہو جاتے ہیں۔

۳۸۔ جھگڑوں سے پرہیز: غلط اعمال، غلط افکار، مفاد پرستی اور اختلاف سے پرہیز کریں۔ الجھنے کے بجائے سلجھانے کی کوشش کریں۔

۳۹۔ اپنے سفر کو یادگار بنائیں۔ اپنے معنوی اور انقلابی سفر کے اثرات کو باقی رکھنے کے لئے اچھی باتوں، نصیحتوں اور تصورات کو محفوظ کریں۔

اگر آپ لکھاری ہیں تو اپنا سفر نامہ قلمبند کریں۔ یہ بجائے خود ایک خدمت ہے۔ ابن بطوطہ اور دیگر ارباب قلم نے سفر زیارت کے جو احوال لکھے ہیں ان سے بے شمار اہل تحقیق استفادہ کرتے ہیں۔ کسی بھی ثقافت کے فروغ میں سفر ناموں کی بڑی اہمیت ہے۔

اگر آپ اچھے لکھاری نہیں تو اپنی معلومات کسی لکھاری کو منتقل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے کیمرے کی آنکھوں سے بہترین مناظر، معلومات اور لمحات کو محفوظ کر کے انہیں دنیا تک پہنچا سکتے ہیں۔ ایک موثر کلیپ ایک دنیا کو متاثر کر سکتا ہے۔

۴۰۔ زمانی سفر: جو آپ کو پندرہویں صدی کی کربلا سے نکال کر ۶۱ ہجری کی کربلا میں پہنچا دے کیونکہ پندرہویں صدی کی کربلا شاہوں اور حکمرانوں نے بنائی ہے جبکہ ۶۱ ہجری کی کربلا امام حسین ع نے بنائی تھی۔ جب آپ یہ دو سفر (مکانی و زمانی) طے کریں گے تو آپ کو حق و باطل کی پیکار نظر آئے گی۔ اس پیکار کے شفاف آئینے میں خود کو تلاش کریں۔ کربلا میں جہاں بنو امیہ کا لشکر تھا وہیں منافقین اور بے دین افراد بھی تھے۔ ان کے مقابلے میں امام حسین علیہ السلام چند ساتھیوں کے ساتھ تنہا نظر آئیں گے۔ کربلا جا کر قصہ کہانی سننے کے بجائے خود ۶۱ ہجری کی کربلا کو لمس کریں اور غور کریں کہ اس وقت اگر ہم وہاں ہوتے تو کس لشکر میں ہوتے؟ کربلا کے ساتھ عقیدت پر مبنی رابطے کے ساتھ ساتھ کربلا کی روح سے بھی آشنا ہوں۔ کربلا سے عقیدت ہر انسان میں موجود ہے خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں بھی عاشورا کے دن چھٹی ہوتی ہے۔ آپ کی روح کا کربلا سے رابطہ ہو جو آپ کو ۶۱ ہجری کی کربلا میں منتقل کر کے آپ کی زندگی کو عاشورائی زندگی میں تبدیل کرے۔

(کتاب: ضیافت اربعین از موسسہ امیر بیان)

> شہیدوں اور شہادت کی یاد کا کردار یہ ہے، شہادت بغیر تذکرہ، بغیر یاد کے، شہید کے خون میں جوش و خروش کے بغیر اپنا اثر نہیں دکھاتی ہے اور "اربعین" وہ دن ہے کہ جس دن واقعہ کربلا کے پیغام کا پرچم لہرانا شروع ہوا اور اس دن شہدا کی یاد جاوداں ہو گئی۔

اربعین: عقائد کی تقویت اور بین الاقوامی مذہبی ہم آہنگی کا سنہری موقع

حجت الاسلام عباس جعفری فراہانی
ترجمہ: نصر اللہ فخر الدین

اربعین کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں واقعہ کربلا کی طرف پلٹنا ہوگا۔ یہ واقعہ اسلام و تشیع کی تاریخ کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے۔ اس دوران حالات کچھ ایسا رخ اختیار کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا سامنا ان افراد سے ہو جاتا ہے جن کے ہاتھوں میں عالم اسلام کی وسیع حکومت کی باگ ڈور ہے۔ یہ حکمران پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی کے دعویدار ہیں جبکہ ان کا سربراہ یزید جیسا فاسد انسان ہے۔ یزید کے ہاں دینی احکام کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ فسق وفجور اور برائیوں کا دلدادہ تھا۔ وہ قرآن اور دینی معارف کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

ایک ایسا (فاسق) انسان بنی امیہ کی تگ و دو (جدوجہد) سے جہانِ اسلام کا حاکم بن جاتا ہے۔ وہ اس امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کرتا ہے جن کی اتنی بڑی شان و منزلت ہے، جو پاک و مطہر ہے، جو قرآن ناطق اور نواسۂ رسول خدا ہے۔ امام عالی مقام علیہ السلام ہیہات منا الذلہ کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ اب ضروری ہو گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو دین خدا کی بقا کی خاطر قربان کریں۔ امام علیہ السلام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنے قیام کا عنوان قرار دیتے ہیں۔

یہاں ہم اربعین مارچ کی اہمیت کے بارے میں جناب حجت الاسلام عباس جعفری فراہانی کے مقالے کا ترجمہ پیش کریں گے۔

سوال: زیارت اربعین خاص طور پر اربعینِ حسینی کی تعظیم و تکریم کے فلسفے کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: اربعین اور زیارت اربعین دو پہلوؤں سے قابل تحقیق ہیں۔ یعنی روایات کے زاویے سے بھی اور تاریخی اعتبار سے بھی۔ تاریخی اعتبار سے اسیرانِ اہلبیت جن میں امام سجاد علیہ السلام اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا بھی شامل تھے، شام سے مدینہ کی طرف واپس لائے جاتے ہیں۔ چونکہ شہدائے کربلا کے سر بھی اسیروں کے ساتھ تھے اس لیے شام سے واپسی پر امام سجاد علیہ السلام نے قافلہ سالار سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں کربلا کے راستے سے لے چلیں تاکہ شہداء کے سروں کو ان کے پاکیزہ جسموں کے ساتھ دفن کیا جا سکے۔ امام علیہ السلام کا مطالبہ قبول ہو جاتا ہے اور اسیران اہلبیت علیہم السلام کربلا لائے جاتے ہیں۔

(معتبر اور صحیح قول کی بناء پر) اسیر انِ اہلبیت علیہم السلام کربلا پہنچ جاتے ہیں۔ البتہ کربلا میں اسیر انِ اہلبیت کے داخل ہونے کی داستان بہت غمناک اور دلفگار ہے۔ امام سجاد علیہ السلام قدرتِ امامت اور اپنے علم لدنی کی بنیاد پر شہداء کے سروں کو ان کے جسموں کے پاس دفن کرتے ہیں۔ ان میں امام حسین علیہ السلام کا سرِ مطہر بھی تھا۔

سوال: کیا جابر بن عبد اللہ انصاری کا اربعین کے دن کربلا آنا ہی زیارت اربعین جیسی سنت کی پیدائش کا سبب بنا ہے؟

جواب: ہماری تاریخ میں مذکور ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام و حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور دیگر اسیر ان اہلبیت علیہم السلام کے کربلا میں پہنچنے کے ساتھ جابر بن عبد اللہ انصاری بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کربلا پہنچے تھے۔ وہاں ان کی امام سجاد علیہ السلام و دیگر اسیر ان کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہاں ان سب نے شہدائے کربلا کی یاد میں نوحہ خوانی اور عزاداری کی۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے: خدا کی قسم اگر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت کے بارے میں تمہیں بتادوں تو یقیناً لوگ حج کو مکمل طور پر چھوڑ دوگے اور تم میں سے کوئی حج کے لئے نہیں جائے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ پروردگار عالم نے مکہ کو اپنا حرم قرار دینے سے پہلے کربلا کو اپنا بابرکت اور امن کا حرم قرار دیا ہے؟ ابن ابی یعفور نے عرض کیا؛ پروردگار عالم نے حجِّ بیت اللہ کو لوگوں پر واجب قرار دیا ہے جبکہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے؟

امام نے فرمایا: ایسا ہی ہے، یعنی یہ ایسی چیز ہے جسے پروردگار عالم نے ایسا ہی قرار دیا ہے۔ کیا تم نے امیر المؤمنین علیہ السلام کا کلام نہیں سنا ہے؟ بے شک پاؤں کے تلوے مسح کرنے کے لئے پاؤں کے اوپر والے حصے کی نسبت زیادہ سزاوار ہے لیکن خداوند عالم نے پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حرم میں احرام باندھنا بہتر ہے، لیکن خداوند عالم نے حرم سے باہر احرام باندھنے کو فرض کیا ہے۔ (وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۵۱۴)

ایک عرصے تک اس زمانے کے حالات (بنی امیہ کی سلطنت و حکومت) کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کے مزارات اور مدفن کو مخفی رکھا گیا۔ اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی طرف سے واقعہ کربلا کو یاد کرنے اور بیان کرنے کی تاکید ہوئی ہے۔ ان میں زیارتِ امام حسین علیہ السلام کی فضیلت اور اہمیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کے لیے بہت زیادہ ثواب بیان ہوا ہے، یہاں تک کہ امام حسن العسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

مؤمن کی پانچ علامات ہیں: ۱۔ (روزانہ) اکیاون رکعت نماز پڑھنا، ۲۔ زیارتِ اربعین پڑھنا، ۳۔ دائیں ہاتھ کی انگلی میں انگشتری پہننا، ۴۔ مٹی پر سجدہ کرنا، ۵۔ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا۔

زیارتِ امام حسین علیہ السلام کی اہمیت کی یہ وجہ ہے کہ عاشورا کا تاریخی واقعہ بہت بڑا اور عظیم سانحہ تھا۔ امام عالی مقام نے اپنے عظیم فریضے اور ذمہ داری کی بنیاد پر یزید جیسے فاسد حاکم کی بیعت کو قبول نہیں کیا اور ظلم و ستم کے خلاف قیام کیا اور یوں عاشورا کی تاریخی اور جاودانی داستان شجاعت رقم کی۔

امام حسین علیہ السلام کی زیارت خاص کر زیارتِ اربعین کے حوالے سے مختلف تجزیے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ شیعہ علماء وفقہا زیارت امام حسین علیہ السلام کو بہت تاکیدی مستحبات میں شمار کرتے ہیں۔ شاید ایک نظر سے زیارت امام حسین علیہ السلام واجب بھی ہو کیونکہ جب ہمیں یہ احساس ہو کہ دشمن نامِ حسین، ذکرِ حسین، یادِ حسین اور قیامِ عاشورا کے اہداف کو بے اہمیت بنانے کے درپے ہے چاہے اور انہیں عالمِ بشریت سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے تو اب دینی قیادتوں پر ضروری ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جائیں اور اہل بیت علیہم السلام کے شیعوں اور پیروکاروں کو بھی زیارتِ کربلا کی رغبت دلائیں۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام کے تاریخی اور شجاعت آفرین قیام کا ذکر کرنا، آپؑ کی شان و منزلت کا احترام کرنا اور آپؑ کے قیام کے اہداف کو بیان کرنا دین مبین اسلام کی حفاظت اور اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے بہت اہم ہیں۔

تمدن سازی میں اربعین مارچ کا عظیم کردار

طویل المدتی پالیسی سازی کے اعتبار سے اسلامی معاشرے کا ہدف اسلامی و انسانی تہذیب و تمدن کی طرف حرکت اور اُس تک رسائی ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن خاص خصوصیات کی حامل ہے۔ دینی اعتقادات کی تقویت، عاقلانہ طرز عمل، دیگر ملتوں کے ساتھ ہماہنگی، فکری سطح کی بلندی، علم ودانش سے بہرہ مندی اور خود سازی تہذیب سازی اور تمدن سازی کے لوازمات میں شامل ہیں۔

اربعین مارچ کی ایک اہم بات یہ ہے کہ جب مختلف ممالک کے شیعہ اور دیگر مسلمان حضرات سرزمینِ عراق کی طرف زیارتِ اربعین کے لئے آتے ہیں تو وہاں پر شیعوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان ملاقات اور گفتگو کا راستہ فراہم ہوتا ہے۔ اربعین مارچ کے راستے میں تمام ممالک کے لوگوں کے درمیان گفت و شنید اور باہمی ہماہنگی کا امکان زیادہ فراہم ہوتا ہے۔ وہاں قیامِ حسینی کے اہداف اور عالمِ اسلام کو درپیش مسائل پر بحث و گفتگو ہو سکتی ہے۔ عالمِ اسلام کو موجودہ مشکل حالات سے نجات دلانے کے لئے مختلف راہ حل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح کے اقدامات تہذیب و تمدن کی ترقی اور پیشرفت کا باعث بنتے ہیں۔ ماضی بعید اور گذشتہ چند سالوں کے اربعین مارچ کے جو نتائج کتابوں، گفتگو اور نشر شدہ ویڈیوز کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں ان کے مطابق اربعین مارچ نے تہذیب و تمدن سازی اور عالمِ اسلام کی ترقی و پیشرفت میں بہت اہم اثرات چھوڑے ہیں۔

اسلام کے دیگر مذاہب اور فرقوں کے ہاں امام حسین علیہ السلام کی شخصیت، مقام و منزلت اور آپؑ کے قیام کے اہداف کی قدر و قیمت کی بناء پر اربعین مارچ میں دیگر مذاہب اور فرقوں کے پیروکار بھی حاضر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر کے عاشقانِ حسینی ایمان اور مضبوط ارادے کے ساتھ اربعین مارچ میں شریک ہیں جبکہ سہولیات بہت ہی سادہ ہیں تو وہ معنوی اور روحانی اعتبار سے منقلب اور تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اربعین مارچ کے ثقافتی پروگرامز اور دیگر اقدامات بہت سے دوسرے ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کو اربعین، اسلام اور عاشورا کے اہداف سے متاثر کر کے دین اسلام اور مکتب حسینی کا دلدادہ بنانے کا باعث بنائے ہیں۔ یہ اربعین مارچ کا تہذیبی اور تمدنی نتیجہ ہے۔ اس بنا پر مکمل اسلامی تہذیب و تمدن پر مبنی معاشرے تک پہنچنے کے لئے اربعین مارچ سے بہت زیادہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اربعینِ حسینی: تاریخ اور اہمیت

عنایت علی شریفی

اربعین کے لفظی معنی ہیں: چہلم، چالیسواں اور چالیس۔ اصطلاح میں کسی کی موت واقع ہونے کے انتالیس دن بعد اس کی یاد منانے کو اربعین کہا جاتا ہے۔

عام طور پر مسلمان اپنے عزیز و اقارب کی وفات کے چالیسویں دن سوگ اور خیرات کے ذریعے اس کی یاد مناتے ہیں۔ تاریخ کربلا پر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا دس محرم الحرام ۶۱ھ کو پیش آیا۔ واقعہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا اصحاب شہید ہوئے۔ خاندان رسالت کی مخدراتِ عصمت و طہارت کو اسیر کر کے کوفہ اور شام لے جایا گیا۔ وہاں سے رہائی پانے کے بعد امام سجاد علیہ السلام کے کہنے پر ۲۰ صفر کو شہدائے کربلا کی یاد منانے کے لئے یہ قافلہ کربلا معلی لایا گیا۔ اس دن کو اربعین حسینی بھی کہا جاتا ہے جو قمری سال کے مطابق ۲۰ صفر المظفر کا دن ہے۔ در حقیقت یہ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا اصحاب کی شہادت کا چالیسواں دن ہے۔ مشہور ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری جو پیغمبر اسلام کے قریبی صحابی تھے امام حسین علیہ السلام کے پہلے زائر ہیں۔ جابر عطیہ یا (عطاء) بن سعید کے ہمراہ ۶۱ھ میں امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا اصحاب کی شہادت کے چالیسویں دن کربلا معلی آئے۔ وہاں انہوں نے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی۔

مرحوم سید بن طاؤوس کہتے ہیں کہ جب اسرئے آل رسول شام سے مدینے کی طرف سفر کرتے ہوئے عراق پہنچے تو امام نے فرمایا: ہمیں کربلا کے راستے سے لے جایا جائے۔ چنانچہ انھیں کربلا کے راستے سے لے جایا گیا۔ جب یہ لوٹا ہوا قافلہ کربلا پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ جابر بن عبداللہ انصاری اور بنی ہاشم کی ایک جماعت بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ سب نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ وہاں کچھ دن تک امام سجاد اور اسیران آل رسول نے عزاداری کی۔ (لہوف ۲۲۵)

کیا بتاؤں میں کہ کیا ہے اربعین — کربلا کا آئینہ ہے اربعین
دین کی وجہ بقا ہے اربعین — اور باطل کی فنا ہے اربعین
ہر زمانے کی ہدایت کے لئے — حق کا سیدھا راستہ ہے اربعین
ظلمت شب میں سحر کے واسطے — ایک نورانی دیا ہے اربعین
صفحہ ہستی سے مٹ سکتا نہیں — ایک ایسا واقعہ ہے اربعین

کس قدر امت نے ڈھائے ہیں ستم　　کیا ستم، کیسی جفا ہے اربعین
آج بھی ہر ہر یزیدی کے خلاف　　گونجتی تیری صدا ہے اربعین
چل کے سب جاتے ہیں پیدل کربلا　　عشق کی یہ انتہا ہے اربعین
تو رہے زندہ سلامت حشر تک　　یہ شریفی کی دعا ہے اربعین

اربعین کی اہمیت

کسی بھی معصوم امام کی زیارت کی اتنی تاکید نہیں ہوئی جتنی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی ہوئی ہے۔اربعینِ حسینی کی اہمیت کو جاننے کے لئے سب سے پہلے ہمیں شہادت امام حسین علیہ السلام کی اہمیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔امام حسین علیہ السلام کی شہادت کس قدر عظیم ہے؟اس بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان چالیس دن خون کے آنسو روئے اور زمین چالیس دن تک آندھی اور تیرگی کی صورت میں گریہ کناں رہی۔آسمان پر چالیس دن سوج گرہن رہا اور آسمان کے فرشتے چالیس دن روئے۔(مستدرک الوسائل ص ۲۱۵)

یہ روایت درحقیقت امام حسین علیہ السلام کی عظیم شہادت کو اجاگر کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نہ صرف انسانیت کے لیے دردناک ہے بلکہ پوری کائنات کے لئے غم واندوہ کا باعث ہے۔علامہ محمد باقر مجلسی سے منقول ہے کہ خداوند متعال نے اپنے مقرب فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم حسین کے زائرین کو نہیں دیکھ رہے ہو کہ وہ کس طرح شوق ورغبت کے ساتھ ان کی زیارت کے لیے آتے ہیں؟

روایات میں زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے بہت سے آثار و برکات بیان ہوئے ہیں۔البتہ زیارت میں تقرب اور اخلاص کے ساتھ ساتھ معرفت اور شناخت کا عنصر بھی شرط ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے ابن بُکیر سے جو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی راہ میں حائل خوف وہراس کے بارے میں بتا رہے تھے، سے ارشاد فرمایا: اَمَا تُحبّ اَن یراک اللہ فینا خائفا؟ اما تعلم انہ من خاف لخوفنا اظلہ اللہ فی ظل عرشہ؟ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ خداوند تمہیں ہماری راہ میں خوف وہراس کی حالت میں دیکھے؟ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جو ہمارے خوف کی بناء پر خائف ہو، اس کے اوپر اللہ تعالی اپنے عرش کا سایہ کرے گا؟

امام حسین علیہ السلام کے اربعین (چہلم) کی تکریم وتعظیم اور سوگواری کی دلیل امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول روایت ہے۔امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ایک حدیث میں زیارت اربعین کو مؤمن کی پانچ علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔روایت یہ ہے:

عَلَامَاتُ الْمُؤْمِنِ خَمْسٌ : صَلَاةُ الْإِحْدَى وَ الْخَمْسِينَ وَ زِيَارَةُ الْأَرْبَعِينَ وَ التَّخَتُّمُ بِالْيَمِينِ وَتَعْفِيرُ الْجَبِينِ وَالْجَهْرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔

مؤمن کی پانچ نشانیاں ہیں:

شب و روز کے دوران ۵۱ رکعت نماز پڑھنا، زیارت اربعین پڑھنا، دائیں ہاتھ میں انگشتری پہننا، سجدے میں پیشانی مٹی پر رکھنا اور نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہر کے ساتھ (باآواز بلند) پڑھنا۔ (طوسی، تہذیب الاحکام، ج ۶ ص ۵۲۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے پیدل چل کر جاتا ہے خداوند متعال اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے، ایک گناہ ختم کرتا ہے اور بقولے ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ جب وہ زیارت کے لئے آتا ہے تو خداوند متعال دو فرشتوں کو اس پر مامور کرتا ہے تاکہ اس کے منہ سے جو اچھی بات نکلے اسے لکھ لیں اور اس کے منہ سے جو غلط بات نکلے اسے نہ لکھیں۔ جب وہ لوٹ جاتا ہے تو اس سے وداع کر کے کہتے ہیں: اے دوستِ خدا! تمہیں بخش دیا دیا گیا ہے اور تم حزب اللہ اور حزب رسول اور حزب اہل بیت میں شامل ہو۔ خدا کی قسم! تم جہنم کی آگ کو کبھی نہیں دیکھو گے اور آگ بھی تجھے نہ دیکھ سکے گی اور تمہیں شکار نہ کر سکے گی۔ (کامل الزیارت ص ۱۳۴)

اربعین حسینی کے جلووں میں سے ایک جلوہ یہ ہے کہ انسان کو ایسی طرز زندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ایمان کی اساس پر قائم ہے، جس میں معنویت اپنے عروج پر ہوتی ہے اور امامت کے محور پر عشق اور محبت کا یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر ایثار و فداکاری کی عظیم مثال قائم کر رہا ہوتا ہے، ایمان اور معنویت کی رو سے ہر شخص دوسروں کو اپنے اوپر مقدم کرتے ہوئے "وَ يُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" کی تفسیر کا عملی مظاہرہ کرتا ہے اور ہر زائر حسینی میزبانوں کے اسی جذبہ ایمانی کی سوغات کو دل میں بسا کر خالص اسلامی تہذیب کو اپنے تمام تر معیارات کے ساتھ فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

زیارت اربعین کے آئینے میں

(زیارت اربعین کے بعض حصوں کی تشریح)

مہدی اخوندزادہ

ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا احترام اور سلام کلام پوری تاریخ میں انسانی رسم و رواج میں سے ایک رہا ہے۔ مثال کے طور پر، عیسائی سلام لئے منہ پر ہاتھ رکھتے ہیں جبکہ ایرانی سلام کے لیے جھکتے ہیں۔ بعض ممالک میں، ٹوپی اتارنا احترام اور سلام کی علامت ہے۔ عرب لوگ لفظ "حیاک اللہ" یا سلام علیکم کہہ کر ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔(کتاب زیارت عاشورا و آثار معجزہ آسای آن، ص۵۳و۵۴، ناصر رستمی لاہیجانی)

اسلامی تہذیب و تمدن میں باہم ملاقات کرنے اور سلام کرنے کے آداب دنیا کی تمام اقوام سے زیادہ معقول، پر معنی، مہذب اور مترقی ہیں۔ ان آداب پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ دنیا سے رحلت فرمانے والے انبیا، اولیا، معصومین، شہدا، صالحین اور مومنین کو سلام کرنے اور ان کی زیارت کرنے کے آداب و احکام بہت مفصل ہیں۔ انہی زیارتوں میں سے ایک زیارت اربعین ہے جس کی بڑی فضیلت ہے۔ اسے مومن کی پانچ نشانیوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ یہاں اس انسان ساز اور معاشرہ ساز زیارت کے بعض حصوں کی تشریح پیش کی جارہی ہے تاکہ تشنگان حقیقت کو فائدہ حاصل ہو۔

زیارت اربعین کا پہلا اقتباس: **السَّلَامُ عَلَى وَلِیِّ اللَّه وَ حَبِیبِه.**

سلام کا مفہوم: علما نے سلام کے مختلف معنی بیان کیے ہیں جن کا خلاصہ ہم یہاں کریں گے۔

الف۔ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا مطلب ہے: خدا آپ کا محافظ ہو۔

السَّلامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ(سورہ حشر/۲۳)

ب۔ سلام کے معنی ہیں: تسلیم ہونا۔

ج۔ سلام کے معنی ہیں: امن اور سلامتی۔

ان تمام مذکورہ معانی کی اساس سلامتی ہے۔(کتاب التحقیق، ج۵، مادہ س ل م)۔

سلام ایک ایسا جملہ ہے جو بہت سے مفاہیم سے لبریز ہے۔ سلام عظیم جملہ ہے۔ سلام میں خدا کے الفاظ، فرشتوں کے کلمات اور مومنین کے درمیان مرسوم کلمات شامل ہیں۔ خدا جنت والوں کو سلام کرتا ہے۔

سَلامٌ قَوْلاً مِنْ رَبٍّ رَحيم۔ "انہیں رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جاتا ہے۔"

حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک میں جو اعمال رائج ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت کا زائر آپ کے سرہانے کے قریب کھڑا ہو اور یہ کہے:

یَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ تَشْهَدُ مَقَامِی وَ تَسْمَعُ كَلَامِی وَ أَنَّكَ حَيٌّ عِنْدَ رَبِّكَ تُرْزَقُ فَاسْأَلْ رَبَّكَ

وَ رَبِّی فِی قَضَاءِ حَوَائِجِی۔اے ابو عبداللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مجھے دیکھتے ہیں، میری باتیں سنتے ہیں، آپ زندہ ہیں

اور اپنے رب کے حضور رزق پاتے ہیں۔ لہٰذا اپنے اور میرے رب سے سوال کیجیے کہ وہ میری حاجتیں پوری فرمائے۔

وَلِیُّ اللَّه

"**وَلِیُّ اللَّه**" کے معنی میں دو احتمالات پائے جاتے ہیں۔

پہلا احتمال: ولی اللہ میں ولی سے مراد سرپرست اور صاحب اختیار ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام لوگوں کا سرپرست ہیں۔ یہاں لفظ ولی کا اللہ کی طرف اضافہ ہوا ہے (ولی مضاف اور اللہ مضاف الیہ ہے) جس کے معنی ہیں: اللہ کا ولی۔ جس طرح رسول اللہ کے معنی ہیں: اللہ کا رسول۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی ولایت کی نسبت اللہ کی طرف دی گئی ہے۔ جب ولی منصوب من اللہ ہو تو کوئی دوسرا اس کو نصب یا معزول کرنے پر قادر نہیں ہے۔ خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُونَ۔

تمہارا ولی اور سرپرست تو صرف خدا اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں ولی کے معنی ولایت، مالکیت اور مادی و روحانی تصرف کا زیادہ حق رکھنے والے کے ہیں۔ خاص کر اس وجہ سے کہ یہاں ولایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اور آپ کے خاندان کی ولایت کی طرح ایک ہی جملے میں مذکور ہے۔ یہاں خدا، رسول اور امام کی ولایت، تینوں کا اظہار ایک ہی جملے میں کیا گیا ہے۔ تفسیر المیزان میں اس سلسلے میں درج ذیل روایت نقل ہوئی ہے: امام صادق علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کو تمام اہل بیت کی طرف منسوب کیا۔ اہل بیت علیہم السلام، اس لیے کہ اہل بیت کے تمام معصومین پر سلام ہے اور سب کے لیے عوام کے فرائض یکساں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ۔"اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول اور مومنین کی ولایت کو قبول کرتے ہیں وہ غالب ہوں گے کیونکہ خدا کی جماعت ہی فاتح ہیں۔

یاد رہے کہ اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ولایت کی نعمت ہے کیونکہ یہ نعمت دین و دنیا دونوں میں فائدہ دیتی ہے جبکہ اللہ کی کچھ نعمتیں صرف دنیا میں مفید ہیں۔ لہذا اس نعمت کی قدر دانی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ۔ "اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔"

سورہ مائدہ کی تیسری آیت میں ارشاد الٰہی ہے:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْاسْلَامَ دِينًا۔ آج میں نے آپ کے دین کو مکمل کر دیا اور آپ پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو ابدی دین تسلیم کر لیا۔

پس ولایت نہ صرف ایک نعمت ہے بلکہ ایک کامل نعمت ہے۔ یہ کامل نعمت ہے ائمہ علیہم السلام کی ولایت سے عبارت ہے۔

دوسرا احتمال:

بعض تفاسیر میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۶۲ کے بارے میں کہا گیا ہے: "ولی" اصل میں مادہ "ولی یلی" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے: دو چیزوں کا بلا واسطہ متصل ہونا یا ان کا بلا فاصلہ پے در پے واقع ہونا۔ یہاں مقام، زمانہ، نسب یا حیثیت کے لحاظ سے اتصال مراد ہے۔ یہاں ولی سے مراد "سرپرست" ہے۔ پس ولی اللہ وہ ہے جس کے اور خدا کے درمیان کوئی رکاوٹ یا فاصلہ نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں ولی اللہ وہ ہے جو خدا کے قریب ہو۔ وہ ولی اللہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے قریب ہے۔ خدا کے سوا ہر چیز اس کی نظر میں چھوٹی ہے، جیسے سمندر سے متصل قطرہ۔ اس کی نظر میں ایک قطرے کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اسی طرح جو شخص سورج کو دیکھتا ہے اس کی نظر میں بے نور شمع کی کیا حیثیت ہو گی۔ (۳۹) چونکہ امام حسین علیہ السلام خدا کے ولی اور خدا کے مقرب ہیں اس لئے جو کوئی خدا اور پاک ائمہ علیہم السلام کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اسے امام حسین علیہ السلام کے ذریعے قرب حاصل کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہم زیارت عاشورا میں پڑھتے ہیں: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ إِنِّي أَتقرّب إِلَى اللَّهِ وَ إِلَى رَسُولِهِ وَ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ إِلَى فَاطِمَةَ وَ إِلَى الْحَسَنِ وَ إِلَيْكَ بِمُوَالاتِكَ۔ اے ابو عبداللہ! میں آپ سے دوستی اور محبت کے ذریعے خدا، اس کے رسول، امیر المومنین، فاطمہ اور حسن علیہم السلام کی اور اللہ کی قربت چاہتا ہوں۔

حبیب کے معنی: لفظ "حبیب" کے معنی ہیں: پیارا، محبوب، مقبول اور پسندیدہ۔ امام حسین علیہ السلام اللہ کے دوست اور محبوب ہیں۔ خدا قرآن پاک میں فرماتا ہے: وَ الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، ان کی خدا سے محبت زیادہ شدید ہوتی ہے۔

امام صادق علیہ السلام کی ایک حدیث ہے کہ اس آیت سے مراد آل محمد علیہم السلام ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نہ صرف الفاظ میں بلکہ عمل میں بھی خدا سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے نکلنا چاہا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور بولیں: بیٹا! عراق جا کر مجھے غمگین نہ کرو۔ میں نے آپ کے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے فرزند حسین کو عراق کی سرزمین کربلا میں قتل کیا جائے گا۔

دوسرا اقتباس: **السَّلَامُ عَلَی خَلیلِ اللّٰه وَ نَجیبه**۔ سلام ہو خدا کے دوست پر اور خدا کے برگزیدہ بندے پر۔

خلیل لغت میں بہت ہی قریبی دوست کو کہا جاتا ہے۔ انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کا درجہ عطا فرمایا، جیسا کہ فرماتا ہے: **وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ إبْراهیمَ خَلیلاً**۔(نساء:۱۲۵) اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل مقرر کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت اور حضرت ابو عبداللہ حسین کی قربانی پر ایک نظر ڈالنے سے ہم امام حسین علیہ السلام کے خلیل اللہی چہرے کو سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے علاوہ کسی اور کی مدد کو اس وقت رد کر دیا تھا جب انہیں ایک منجنیق کے ذریعے آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے آئے اور ان سے بولے: "الک حاجة؟" کیا آپ کو مدد کی ضرورت ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مختصر فقرے میں فرمایا: "اما الیک فلا" (آپ کی مدد کی ضرورت نہیں)" (بحار الانوار ج۹۱، ص۵۰۴) یعنی مجھے اس کی مدد کی ضرورت ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور ہر ایک پر کرم کرنے والا ہو۔ ابراہیمؑ کی طرح امام حسین علیہ السلام نے بھی دوسروں کی مدد کو ٹھکرا دیا۔ جب آسمان، زمین اور فرشتے اور جنّ امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے تیار ہو گئے تو آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام نے کسی کی مدد قبول نہ کی اور رب کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی: **الهی وَ سَیِّدی ! وَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ وَ اُحْیی سَبْعینَ اَلْفَ مَرَّه فی طاعَتکَ ومحبّتکَ، سیَّما اذا کانَ فی قَتْلی نُصْرَه دینکَ وَ احْیاءُ اَمْرکَ وَ حفظُ ناموسِ شَرْعکَ**۔" (بحار الانوار، ج۱۲، ص۶۰۵)

خدایا میں تیری اطاعت اور محبت کی راہ میں ستر ہزار بار قتل ہونا اور زندہ ہونا چاہتا ہوں۔ خصوصاً اگر میری موت تیرے دین کی مدد، تیرے امر کے احیا اور تیری شریعت کی حفاظت کا موجب ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی سے مدد مانگنے والے کو رد نہیں کرتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے مدد نہیں لیتے تھے نیز کثرت سے سجدہ کرتے، غریبوں کو کھانا کھلاتے، ان کی دیکھ بھال کرتے اور رات کی نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح امام حسین علیہ السلام بھی انہی خصوصیات کے حامل تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو خلیل اللہ کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک دوست کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ بالکل غنی ہے اور اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ایک لقب ہے۔ خلیل ان پر اطمینان کا اظہار کرنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام ابو حمزہ ثمالی کی دعا میں فرماتے ہیں: **الْحَمْدُ لِلّٰه الَّذی تَحَبَّبَ إِلَیَّ وَ هُوَ غَنیٌّ عَنّی**۔ تمام تعریف اس ذات کے لیے جو مجھ سے محبت کرتا ہے

حالانکہ وہ ذات مجھ سے بے نیاز ہے۔ خلیل اللہ کے مقام کو سمجھنے کے لیے جو کہ ایک بہت بڑا مقام ہے، ہمیں امام صادق علیہ السلام کے ارشادات پر توجہ دینی چاہیے۔

تیسرا اقتباس: **السَّلَامُ عَلَی صَفیِّ اللّٰهِ وَ ابْنِ صَفیِّه**۔ سلام ہو اللہ کے برگزیدہ بندے پر اور برگزیدہ کے فرزند پر۔

صفی کا مطلب ہے منتخب کردہ اور وہ جسے چنا گیا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انبیاء علیہم السلام کو لوگوں کے پیشوا کے طور پر چنا بلکہ ائمہ اطہار علیہم السلام کو بھی لوگوں میں سے منتخب اور چنا۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَ نُوحاً وَ آلَ إِبْراهِيمَ وَ آلَ عِمْرانَ عَلَى الْعالَمِينَ. ذُرِّيَّةً بَعْضُها مِنْ بَعْضٍ وَ اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ آل عمران، ۳۳۔ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں میں سے چنا۔ ان میں سے بعض، بعض کی ذریت تھے۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بعض تفاسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد آل ابراہیم ہیں جیسا کہ ظاہری بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام ان کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے مولا نبی ﷺ ہیں۔ (المیزان، ج۳، ص،۱٦٦)

یہ دلچسپ ہے کہ ہم زیارت جامعہ کبیرہ میں پڑھتے ہیں: **وَ صَفْوَةَ الْمُرْسَلِين** (آپ رسولوں میں سے برگزیدہ) **وَ سُلَالَةَ النَّبِيِّين** (جی ہاں، وہ انبیاء کا خلاصہ ہیں۔)

چوتھا اقتباس: **السَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الْمَظْلُومِ الشَّهِيد**۔ سلام ہو حسین پر جو مظلوم بھی ہے اور شہید بھی۔

امام حسین علیہ السلام مظلوم بھی ہیں اور شہید بھی۔ امام الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے زیارت ناحیہ میں اپنے نانا امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: سلام ہو اس شہید پر جو ناحق مارا گیا۔ ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں لکھتے ہیں:

جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک قنسرین میں لایا گیا تو وہاں کے ایک راہب نے امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک سے ایک نور نکل رہا ہے اور آسمان کی طرف نور افشاں ہے۔ اس راہب نے دس ہزار درہم دے کر ان سے سر حسین شہید علیہ السلام لے کر اپنی خانقاہ میں داخل کیا۔ راہب نے ایک آواز سنی لیکن کسی کو نہیں دیکھا۔ آواز نے راہب سے کہا: "مبارک ہو تمہیں اور خوش نصیب ہے وہ جو اس حسین علیہ السلام کی حرمت سے واقف ہو۔ راہب نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: پروردگارا! میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس سر کو مجھ سے بات کرنے کا حکم دے۔ وہ سر بولا: اے راہب، تیرا مقصود کیا ہے؟ راہب نے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: **أَنَا ابْنُ مُحَمَّد الْمُصْطَفَى وَ أَنَا ابْنُ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى وَ أَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء وَ أَنَا الْمَقْتُولُ بِكَرْبَلَاءَ أَنَا الْمَظْلُومُ أَنَّا الْعَطْشَان**۔ میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں، میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں، میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں اور میں کربلا کا مقتول ہوں۔ میں مظلوم اور پیاسا ہوں۔

اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ راہب نے اپنا چہرہ امام حسین علیہ السلام کے چہرے پر رکھا اور کہا: میں آپ کے چہرے سے اپنا چہرہ اس وقت تک نہیں ہٹاؤں گا جب تک آپ یہ نہ کہیں کہ آپ قیامت کے دن میری سفارش کریں گے۔ وہ مقدس سر بولا: میرے جد امجد محمد مصطفیٰ کا دین قبول کرو۔ راہب نے کہا: «**أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّه**- میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کی شفاعت پر

رضامندی ظاہر کی۔ جب صبح ہوئی تو اموی گماشتوں نے اس راہب سے درہموں کے ساتھ وہ سر مبارک لے لیا۔ جب وہ وادی میں پہنچے تو دیکھا کہ درہم پتھر بن چکے ہیں۔ (بحار الأنوار، ج ۴۵، ص ۳۰۳)

امام زمانہ علیہ السلام نے اپنی زیارت میں امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: **السَّلَامُ عَلَى شَهِيد الشُّهَدَاء**۔ شہیدوں کے شہید پر سلام ہو۔ لہٰذا جب قیامت کا دن آئے گا تو تمام شہداء سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا ساتھی بننے کی تمنا کریں گے۔ جناب ام البنین امام حسین علیہ السلام کے مقام سے واقف تھیں۔ جب بشیر مدینہ منورہ آئے اور ام البنین کو اپنے چار بیٹوں کی شہادت کی خبر سنائی تو ام البنین نے کہا: **اَخبرنی عَن اَبی عَبدالله الحُسَین، اَولادی وَ مَن تَحتَ الخَضراء کُلُّهُم فدا لَابی عَبدالله الحُسَین**۔ مجھے حسین کے بارے میں بتا، میرے بچے اور نیلے آسمان کے نیچے سب کچھ ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام پر قربان ہوں۔

بشیر نے کہا: انہوں نے حسین علیہ السلام کو بھی قتل کر دیا۔ ام البنین نے روتی ہوئی اور مایوس آواز کے ساتھ کہا: **قَد قَطَّعتَ نیاطَ قَلبی**۔ اے بشیر، اس خبر سے تو نے میرے دل کے بندھن کو کاٹ دیا۔) ام البنینؑ کا یہ رویہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ایمان کے کمال کے درجے پر فائز تھیں۔ اس لیے وہ اپنے چاروں بچوں کی شہادت کو امامت کے منصب کے سامنے آسان اور چھوٹی سمجھتی تھیں۔ (منتھی الامال، ص ۸۲۳)

امام حسین علیہ السلام کو مظلوم اور شہید کیوں کہا جاتا ہے؟ کیونکہ یزید، عمر سعد اور شمر نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے ساتھ ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

پانچواں اقتباس: **السَّلَامُ عَلَى أَسيرِ الْكُرُبَاتِ وَ قَتيلِ الْعَبَرَاتِ**۔ سلام ہو غموں اور آفتوں کے قیدی اور آنسوؤں اور گریہ وزاری کے مقتول پر۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے: جب امام حسین علیہ السلام رسول خدا ﷺ کے پاس آتے تو پیغمبر ان سے لپٹ جاتے، پھر امیر المومنین (ع) سے فرماتے تھے: اسے لے لیں اور رکھ لیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حسین کو پکڑ کر مسلسل بوسہ دیتے اور روتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: نانا جان آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے، میں تیرے جسم پر تلواروں کے مقام کو چومتا ہوں اور روتا ہوں۔ (بحار الأنوار، ج ۴۴، ص ۲۶۲.)

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، اور امام حسن علیہم السلام کا رونا:

سعید بن مسیب، امام سجاد علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک تھے۔ وہ کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ایک سال بعد میں حج کے لیے مکہ مکرمہ گیا۔ طواف کے دوران میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور چہرہ کالا تھا۔ وہ خانہ کعبہ کے پردے کو تھامے یوں دعا کر رہا تھا: اے کعبہ کے معبود! مجھے معاف کر کیونکہ میں نہیں مانتا کہ تو مجھے بخش دے گا۔۔۔ کیونکہ میرا گناہ بہت بھاری ہے۔ سعید کہتے ہیں: میں اور ایک گروہ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا: تم پر افسوس، اگر تو شیطان ہے تو بھی

تیرے لیے یہ مناسب نہیں کہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو۔ تو کون ہے اور تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے روتے ہوئے کہا: میں اپنے اور اپنے گناہ کو جانتا ہوں۔ میں نے کہا: اپنا گناہ بتاؤ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں امام حسین علیہ السلام کے اونٹوں کا ساربان تھا۔ ہم آپ کے ساتھ مدینہ سے عراق آئے۔ مجھے خبر تھی کہ آپ کے لباس کا کمربند (۷) قیمتی ہے۔ میری خواہش تھی کہ ایک دن وہ مہنگی ازار مجھے مل جائے یہاں تک کہ ہم کربلا پہنچ گئے اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔ (۸) میں نے اپنے آپ کو چھپا لیا تھا، یہاں تک کہ مجھے امام حسین علیہ السلام کا جنازہ ملا۔۔۔۔ میں نے فیصلہ کیا کہ آپ کا کمربند نکال لوں۔۔۔۔۔۔ لیکن امام نے اس میں کئی گرہیں لگائی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک گرہ کھول لی۔ اچانک امام حسین علیہ السلام کا دایاں ہاتھ ہل گیا اور اس ہاتھ نے لباس کے اس حصے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہاں مجھے ایک ٹوٹی ہوئی تلوار ملی۔ میں نے امام کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ لیا۔ پھر میں نے گرہ کھولنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ اچانک امام علیہ السلام کا بایاں ہاتھ ہل گیا اور لباس کے اس حصے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میں نے اسے بھی کاٹ دیا۔ پھر میں نے کمربند نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ زمین لرزنے لگی اور آسمان ہلنے لگا۔ پھر اچانک میں نے رونے دھونے کی کربناک آواز سنی جو کہہ رہی تھی: وَا ابْنَاهْ وَا مَقْتُولَاهْ وَا ذَبِيحَاهْ وَا حُسَيْنَاهْ وَا غَرِيبَاهْ يَا بُنَيَّ! قَتَلُوكَ وَ مَا عَرَفُوكَ وَ مِنْ شُرْبِ الْمَاءِ مَنَعُوكَ۔ اے میرے بیٹے! ہائے اس مقتول اور سر کٹے ہوئے انسان پر! ہائے حسین! ہائے میرے پردیسی! میرے بیٹے! انہوں نے تجھے مار ڈالا اور تیری حیثیت کو نہ پہچانا۔ انہوں نے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں دیا۔

چھٹا اقتباس: اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّهُ وَلِيُّكَ وَ ابْنُ وَلِيِّكَ وَ صَفِيُّكَ وَ ابْنُ صَفِيِّكَ۔ اے خدا میں گواہی دیتا ہوں کہ حسین علیہ السلام تیرا ولی اور تیرے ولی کا بیٹا ہے۔ وہ تیرا برگزیدہ بندہ اور تیرے برگزیدہ بندے کا بیٹا ہے۔

یہاں پر امام حسین علیہ السلام کا زائر خود گواہی دے کر اعلان کرتا ہے کہ مجھے امام حسین علیہ السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کا علم ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان کیا تھا۔ یعنی میں آپ کے حق سے باخبر ہوں اور مجھے آپ کے مقام کا علم ہے۔ "سلام ہو آپ پر اور خدا کے اولیا پر۔" میں ان سب کی گواہی دیتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسین علیہ السلام آیت ولایت کا مصداق ہیں۔ پس زائر امام حسین اپنی گواہی کے ساتھ امام حسین اور باقی ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کا اعلان کرتا ہے کیونکہ ولایت کے بغیر عمل قبول نہیں ہوتا اور وہ شخص مومن نہیں مانا جائے گا جو ولایت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ ولایت کا مسئلہ بہت اہم ہے اور اسلام کی بنیادوں میں شامل ہے۔

نماز دین کی اہم ترین فروعات میں شامل ہے۔ لیکن بعض حالات میں کسی حد تک نماز میں چھوٹ ملتی ہے۔ مثلاً حائض عورت کی نماز چھوٹ جاتی ہے جس کی قضا بھی لازم نہیں ہے۔ اسی طرح معذور آدمی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ حج، زکات اور روزہ بھی بعض حالات میں فرض نہیں ہیں۔ مسئلہ صرف اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کا ہے جس سے تمسک ہر حال میں واجب ہے۔ (الکافی، ج ۲، ص ۷۵.) اس میں کسی کے لیے کوئی رعایت نہیں دی گئی ہے۔ جب تک انسان زندہ ہے یہ فرض ہے۔

سفرِ اربعین: اہداف اور ثمرات

ترجمہ: سلیم رضا

دینا کے مختلف ادیان و مذاہب، اپنے پیروکاروں کے درمیان یکجہتی کی خاطر اور اپنی معاشرتی تعلیمات کو شناخت دینے کے لیے کچھ خاص ایام میں خاص مراسم برپا کرتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو ان اجتماعات میں شرکت کا پابند بناتے ہیں۔اس طرح کے اجتماعات کا ایک فایدہ یہ ہوتا ہے کہ عالمی سطح پر اس مکتب فکر کا تعارف اور اس کی تبلیغ ہوتی ہے۔

عید پاک: مسیحیوں کا مذہبی دن[۱]

عیسائی کی ''عید پاک'' کی لمبی تاریخ ہے۔وہ اسے ہر سال اپنے اہم ترین مذہبی دن کے طور پر مناتے ہیں۔عیسائیوں کے کیلنڈر میں اس دن چھٹی ہوتی ہے۔مسیحیت کے پیروکار اس دن کلیسا میں حاضری دینے کے ساتھ مختلف تقریبات مناتے ہیں۔

یہودی کارنیول پوریم[۲]

پوریم، دین یہود کی مذہبی عیدوں میں سے ایک ہے۔یہودی عبرانی کیلنڈر کے چودھویں اور پندرہویں آدار والے دن کو پوریم کہتے ہیں۔اس دن وہ جشن مناتے ہیں۔[۳] عبادت گاہوں میں منعقد ہونے والی تقریبات میں یہودی، ایسٹر[۴] کی کتاب پڑھنے کے ساتھ ساتھ جشن مناتے ہیں۔تقریبات کے بعد، یہودی بچے اور نوجوان ماسک اور رنگین کپڑے پہنتے ہیں۔وہ اسرائیل اور یہودی شہروں میں ایک خوشگوار کارناوال شروع کرتے ہیں۔یہودی اپنے شیطانی اور ظالمانہ میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اس تقریب کی بڑے پیمانے پر تبلیغ کرتے ہیں۔ادھر ہر سال دنیا بھر سے کئی ملین مسلمان حج کے لیے مکہ کا سفر کرتے ہیں۔وہاں وہ اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں۔ لیکن حکومت کی طرف سے عائد پابندیوں کی وجہ سے خالص محمدی اسلام اور معارف علوی کی وہ تبلیغ نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے۔اگر اسلام کا انسان ساز اور خوبصورت پیغام اقوام عالم کے کانوں تک پہنچ جائے تو امام رضا(ع) کے قول کے مطابق، وہ ضرور اہل بیت کی پیروی کریں گے. عن الامام الرِّضاعلیہ السلام: «رَحِمَ اللّٰهُ عَبْداً اَحْیا أمْرَنا،» [قال الرّاوی:] فَقُلْتُ لَهُ: «فَكَیْفَ یُحْیِی أمْرَكُمْ؟» قالَ: «یَتَعَلَّمُ عُلُومَنا و یُعَلِّمُها النّاسَ، فَإنَّ النّاسَ لَوْ عَلِمُوا مَحاسِنَ كَلامِنا لاَتَّبَعُونا»[۵]

لہذا اربعین شیعوں کی یکجہتی کا سبب بننے اور مذہب اثنا عشری کے خلاف اٹھانے والے سوالات و شبہات کا جواب فراہم کرنے کا بہترین پلیٹ فارم ہے۔

اربعین مکتبِ اہل بیت کی ترویج کا ایک سنہری موقع

شیعوں کے درمیان بڑے اور بین الاقوامی سطح کے اجتماع کا خلا اربعین کے موقعے پر کروڑوں محبان حسینی کے عالمگیر اجتماع کے ذریعے پُر ہوتا ہے۔کربلا امامت کے ساتھ بیعت کی ایسی واضح نشانی بن سکتی ہے جو عالمی ہے۔پیام حسینی کی مقناطیسیت کا اظہار اربعین

کے دن ہوتا ہے۔ یہ وہی مقناطیسی کشش ہے جو آج بھی کئی صدیاں گزرنے کے باوجود عاشقان اسلام کے دلوں میں زندہ ہے۔ اس کشش کی ضمانت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فراہم کی تھی: ان لقتل الحسین حرارۃ فی قلوب المومنین لا تبرد ابداً۔[۶]

لہٰذا اگر ہم مکتب اہل بیت کے مقدس پیغام کو اچھے طریقے سے پھیلانا ممکن نہ ہو تو اربعین کے عظیم اجتماع کے ذریعے عالمگیر بنایا جاسکتا ہے۔

اربعین مارچ کی اہمیت

امام عسکری (ع) کے مطابق، مومن کی نشانیوں میں سے ایک، اربعین کے دن سید الشہداء کی زیارت ہے۔[۷] ظاہر ہے کہ جو زیارت پیدل چل کر کی جائے اس کی اہمیت زیادہ ہوگی۔ امام صادق (ع) نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: حسین (ع) کی قبر زیارت کرو اور اسے مت چھوڑو۔ راوی نے پوچھا: آپ کی زیارت کرنے والے کا اجر کیا ہے؟ فرمایا: جو شخص امام حسین (ص) کی پیدل زیارت کرے اللہ تعالی اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیک عمل لکھتا ہے، ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔(عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ الصَّائِغِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: يَا عَلِيُّ زُرِ الْحُسَيْنَ وَ لَا تَدَعْهُ. قَالَ قُلْتُ: مَا لِمَنْ أَتَاهُ مِنَ الثَّوَابِ؟ قَالَ مَنْ أَتَاهُ مَاشِياً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَى عَنْهُ سَيِّئَةً وَ رَفَعَ لَهُ دَرَجَةً؛)[۸]

امام صادق (ع) ایک اور جگہ فرماتے ہیں: جو شخص امام حسین (ع) کی زیارت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے وہ اگر پیدل ہے، تو اللہ ، امام حسین (ع) کی زیارت کے لیے اٹھنے والے ہر قدم کے بدلے ایک نیک عمل لکھے گا اور ایک گناہ مٹا دے گا۔ جب وہ ضریح پر پہنچتا ہے، تو خدا اسے چیر گزیدہ صالحین میں سے ایک قرار دے گا۔ جب اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں تو خدا اس کے نام کو فائزین (کامیاب لوگوں) کی فہرست میں لکھتا ہے۔ جب وہ لوٹنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے: رسول اللہ (ص) نے تمہیں سلام پہنچایا ہے اور پیغام دیا ہے (خاص خوشخبری دی ہے) کہ اپنے اعمال کو دوبارہ شروع کرو کیونکہ تمہارے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے گیے ہیں۔

«مَنْ خَرَجَ مِنْ مَنْزِلِهِ يُرِيدُ زِيَارَةَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ص، إِنْ كَانَ مَاشِياً، كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَى عَنْهُ سَيِّئَةً....[۹]

پیدل چلنے کی تاریخی روش

اربعین کے موقعے پر سید الشہدا کی زیارت کے لیے پیدل چلنے کا عمل بھی ایک تاریخ رکھتا ہے۔ «شیخ انصاری»[۱۰] کے زمانے میں پیدل کربلا کی زیارت کا رواج تھا، لیکن کچھ عرصے کے لئے ختم ہوا۔ یہاں تک کہ «شیخ مرزا حسین نوری» نے اسے دوبارہ زندہ کیا۔ انہوں نے آخری بار ۱۳۱۹ھ میں ابا عبداللہ الحسین (ع) کی پیدل زیارت کی۔

اگرچہ سید الشہدا کی زیارت کے لئے جانا تاریخ کے مختلف ادوار میں مشکل تھا اور زائرین کی جانوں کو خطرات لاحق ہوتی تھیں لیکن اس کے باوجود زائرین، عشق حسینی میں یہ خطرہ مول لیتے تھے اور اربعین کے دن حرم امام حسین (ع) کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔

اسلامی طرزِ زندگی کی عملی مشق

یاد رہے کہ ان دنوں جذبہ عشق سے بھرپور معرفت کے ساتھ اس راہ کے مسافر ایک دوسرے کو ان دو ناموں یعنی زائر الحسین یا خادم الحسین سے پکارتے ہیں۔ یہ بجائے خود اسلامی طرز زندگی کا ایک مظہر ہے۔

سید الشہدا کی وجود مقدس کے ساتھ روحانی تعلق، زائرین کی خوبصورت کیفیات، استقبالیہ کیمپوں کے میز بانوں کا فراخدلانہ سلوک ،ان کی میزبانی، ان کا جذبۂ ایثار اور احترام، بزرگ رائرین کی خدمت، سادات کی عزت کرنا اور سب کے سائے میں میں نورانی قبر مطہر کی زیارت اس نورانی سفر کی لازوال اور بے مثال برکات ہیں جن سے تمام مسافرین فیضیاب ہوتے ہیں۔

سید الشہداء کے زائرین کا مقام

سالار شہیدان کی زیارت شعائر الہی«**ذَلک وَمَن یعَظّمْ شعَائرَ اللّه فَإنّهَا من تقْوَی الْقُلُوب**»[۱۱] کے عظیم مصادیق میں سے ایک ہے۔ یہ اہل بیت کے ساتھ محبت و مودت**ذَلک الّذی یبَشّرُ اللّهُ عبَادَهُ الّذینَ آمَنُوا وَعَملُوا الصّالحَات قُل لّا أَسْأَلُكمْ عَلَیه أَجرًا إلّا الْمَوَدّةَ فی الْقُرْبَی وَمَن یقْترفْ حَسَنَةً نّزدْ لَهُ فیهَا حُسْنًا إنّ اللّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ**۔ [۱۲] کے عملی اظہار کے موارد میں سے بھی ایک ہے۔ سید الشداء کے زائرین سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔[۱۳] سید الشہداء کی زیارت سے ان کے گناہ ختم، ان کی عمر لمبی، ان کی روزی میں اضافہ اور ان کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔[۱۴] آخر میں، اس بات کا ذکر کروں گا کہ یہ قدیم سنتِ حسنہ، جو عراقی آمر کے واصل جہنم ہونے کے بعد شان و شوکت کے ساتھ جاری و ساری ہے اگر ثقافتی آفتوں کی نذر نہ ہو جائے تو اس کے یقینی طور پر زبردست مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ اس عظیم رسم کو آفات سے بچانے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ہر واقعے کو ایک آفت کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ **الإمامُ علیٌّ علیه السلام: لكلِّ شیءٍ آفةٌ**... [۱۵]

حوالہ جات

[۱]easter [۲]poorim [۳]ان مراسم میں مخصوص قسم کی مٹھائیاں جن میں خشخاش کے دانے شامل ہوتے ہیں تقسیم ہوتی ہیں۔

[۴]ESTHER [۵]میزان الحکمۃ، ج۸، ح۱۳۷۹۷. [۶]آیت اللہ سید علی خامنہ ای، اول فروردین سال ۱۳۸۵

[۷]بحار الانوار، علامہ مجلسی، ج۹۸، ص۳۴۸ [۸]کامل الزیارات، ابن قولویہ، ص۱۳۴

[۹]ایضاً، ص۱۳۲ [۱۰]متوفی سال ۱۲۸۱ قمری

[۱۱]قرآن کریم، سورہ حج، آیت ۳۲ [۱۲]ایضاً، سورہ شوری، آیت ۲۳۔

[۱۳]کامل الزیارات، ابن قولویہ، ص۴۴۸ [۱۴]ایضاً، باب ۶۱

[۱۵]غرر الحکم، ص۴۳۱()

منبع: رجانیوز، میلاد عجبر ش https://www.edub.ir/education/view/20244:

راہِ قدس از کربلا می گذرد

سیدہ در نجف

انسانی تاریخ کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوتا ہے۔ خداوند عالم انسان کو اشرف المخلوقات اور اپنا نائب کہتا ہے۔ اس پر ملائکہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ خدایا: ہم تیری ہی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں۔ پس ہم تیرے نائب کیوں نہیں ہو سکتے؟

فرشتوں نے جناب آدم کی خلقت کی طرف توجہ دیتے ہوئے کہا: کیا تو ایسے کو نائب بنا رہا ہے جو زمین میں فساد بپا کرے گا؟

خداوند عالم جواب میں فرماتا ہے: "جو میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔" فرشتوں نے انسان کی صرف خونخواری والا پہلو دیکھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انھی انسانوں میں سے کچھ ایسے برگزیدہ بندے بھی ہوں گے جو ملائکہ سے بھی افضل ہوں گے۔ انھی لوگوں کو خدا نے اپنا نائب اور جانشین کہا ہے۔ یہی وہ لوگ تھے، جو تمام صفات حسنہ کے مالک ہوئے۔ یہی خدا کے پیغمبر کہلائے، انھی سے خدا نے بشریت کی تکمیل کا ساماں کیا اور انھی کے ذریعے حق کو باطل سے جدا کیا۔ حضرت آدم اکیلے زمین پر نہیں آئے۔ ابلیس نامی شیطان بھی زمین پر اترا۔ وہ تکبر کے باعث راندۂ درگاہ ہوا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ خدا کے بندوں کو گمراہ کرے گا۔ جب پروردگار نے اس کی یہ گستاخی دیکھی تو فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ تو میرے صالح بندوں کو گمراہ نہیں کر پائے گا۔ جو تیرا اتباع کرے گا میں اس کو بھی تیرے ساتھ جہنم میں ڈال دوں گا۔ یہ کلام ہر اس واقعے کا عکاس ہے جو حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے کلیدی حیثیت اختیار کر جائے۔ کربلا نام ہے اس کلید کا جو نہ صرف حق اور باطل میں تمیز کر دیتی ہے بلکہ ساتھ ہی حق کو آفتاب کی طرح روشن تر بھی کر دیتی ہے۔ کربلا افکار کی اصلاح کر دیتی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ آج بھی باطل چہرے بدل، بدل کر ہمارے درمیان آموجود ہوتا ہے۔

کربلا اگرچہ ایک بار وقوع پذیر ہوئی لیکن وہ جس فکر میں اترتی ہے اسے ایسی قوت بخش دیتی ہے کہ باطل کو پچھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

آج اقصی پر حملے ہو رہے ہیں۔ آج غزہ کے مظلوم اور نہتے عوام کو گولیوں اور میزائیلوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے لیکن امت مسلمہ جو امتِ وسط کہلاتی ہے بے حسی کے سمندر میں غرق ہے۔ امت مسلمہ کو ایک جسم کی طرح ہونا چاہئے تھا کہ اگر کوئی عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو پورا جسم لرزہ براندام ہو جائے لیکن کاش کہ اس کے برعکس امت مسلمہ خاموش نظر آتی ہے۔

اس کے برعکس جس مومن کی فکر میں کربلا بستی ہو، وہی یہ جملے ادا کر سکتا ہے: "مسجد اقصی کا راستہ کربلا سے ہو کر جاتا ہے۔"

اگر ہم حادثہ کربلا کا سیاسی جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اسلام جو پیامبر خداﷺ لے کر آئے تھے وہ عصر حسینی میں کس قدر بدل چکا تھا۔ حکمران طبقہ اور ان کے اعزا و اقربا بیت المال سے کھیل رہے تھے۔ مظلوموں اور حقداروں کو کچھ ملتا ہی نہیں تھا۔ منبروں سے حق گوئی کی بجائے یاوہ گوئی ہوتی تھی۔ حاکمانِ وقت شرابی، زانی، قمار باز ہوتے تھے اور شریعت کی پابندی نہیں کرتے تھے۔

ایسے میں جو حق کو جانتے تھے، وہ خاموش رہنے پر مجبور تھے۔ اگر بولتے تو ان سے قید خانے بھر دیے جاتے تھے۔
حد تو یہ تھی کہ قضاوت کرنے والے ظالم حکمرانوں کے خلاف بولنے کی بجائے ان ظالموں کے حق میں بولتے تھے۔
ایسے میں دیکھا جائے، تو اسلام کی صرف ظاہری صورت باقی تھی جبکہ معاشرے کا باطن زمانہ جاہلیت کی سی کیفیت رکھتا تھا۔
ان ناگفتہ بہ حالات میں محمد عربی ﷺ کے فرزند دلبند اور جگر گوشہ بتول حسین ابن علیؑ آواز حق بلند کرتے ہیں اور ایک ایسا نعرہ بلند کرتے ہیں جو قیامت تک باطل کے سینے کو چھلنی کر کے رکھ دیتا ہے۔ جب آپ سے بیعت کا مطالبہ ہوتا ہے تو فرماتے ہیں: "نہیں! مجھ جیسا، یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔" آپؑ نے یہ بات واضح کر دی کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی یزید ہوگا اس کے مقابلے میں مجھ حسین جیسی فکر رکھنے والا کوئی حق گو بھی ضرور موجود ہوگا۔ حقیقت بھی یہی ہے۔
آل یہود نے فلسطین پر جو جنگ مسلط کی ہے وہ ایک ناجائز جنگ ہے۔ یہ ایک ناحق اور باطل تجاوز ہے۔ ان سنگین حالات میں صرف حزب اللہ اور ایران ہی ہیں جو طاغوتی تجاوز کا منہ توڑ جواب دے رہے ہیں۔ یقیناً حسینؑ کی فکر اور آپ کے عزم کی خوبصورت تصویر صرف ایران اور عاشقان حسینی ہی پیش کر رہے ہیں۔ باقی مسلمان ممالک سب خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔
یہ تھا کربلا کا سیاسی جائزہ۔ مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اول اور ہماری عزت ہے جس پر آل یہود شب و روز حملہ آور ہے۔ ایسے میں امت مسلمہ کا خاموش تماشائی بن کے بیٹھنا باطل کا ساتھ دینے کے مترادف ہے۔
اس قسم کی صورتحال میں کربلا ہمیں یہ منشور دیتی ہے کہ خاموش نہ بیٹھو، اٹھو، جب بات حد سے بڑھ جائے تو آواز اٹھاؤ تاکہ تم ظالم کا ساتھی قرار نہ پاؤ کیونکہ ہر دور کے کربلا میں خاموش بیٹھے رہنے والے بھی گناہگار ہیں۔ عصرِ کربلا میں لوگوں کا بیٹھا رہنا ہی باطل کی تقویت کا سبب بنا جس کے نتیجے میں حق کو کمزور کر دیا گیا۔
اگر ڈیڑھ ارب مسلمان سچ مچ مسلمان ہیں تو اقصی پکار رہی ہے۔ اس کی آواز پر لبیک کہنے والے کہاں ہیں؟ کیوں دیر کر رہے ہیں؟ کربلا اگر ایثار کا نام ہے تو اقصی بھی ایثار مانگ رہی ہے۔ وہ ایسے جانباز مانگ رہی ہے جنھوں نے کربلا میں حسین بن فاطمہ کا ساتھ دے کر اسلام کو زندہ کیا تھا۔
گویا اقصی امتحان لے رہی ہے مسلمانوں کا۔ کیا آبرومند، باحیا، جری اور اللہ کا خوف رکھنے والے زندہ بھی ہیں کہ نہیں؟
آج کی کربلا غزہ ہے۔ کربلا امتحان تھی اس وقت کے مسلمانوں کا۔ لیکن افسوس کہ جس طرح کربلا میں لبیک کہنے والے کم ہی تھے اسی طرح آج بھی اقصی کی آواز پر لبیک کہنے والے کم ہی ہیں۔
آج ہمیں قرآن کی ایک آیت یاد آرہی ہے۔ اللہ نے جنگ کے ذریعے مسلمانوں کو آزما کر فرمایا تھا: "کیا تم نے اسلام قبول کر کے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اتنا ہی کافی ہے؟ نہیں! ابھی تو تمہیں مزید آزمایا جائے گا اور زور زور سے ہلایا جائے گا۔" (سورۂ احزاب آیت ۱۱)
خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کربلا کو سمجھنے کی توفیق دے، اقصی کو اسرائیلیوں سے نجات عطا فرمائے اور مسلمانوں کو متحد کرے۔ یاد رہے کہ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ خصلتیں وہی ہیں، بس منظر بدل گئے ہیں اور چہرے۔

اربعین کا پیدل سفر: تاریخ اور اہمیت

سیدہ توصیف زہرا نقوی

گزشتہ چند دہائیوں سے اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے بڑے جوش وجذبے اور والہانہ محبت کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے پیدل چل کر کربلا جاتے ہیں۔بظاہر دو دہائیوں سے عالم انسانیت کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے والی اس پیادہ روی کی تاریخ صرف ان چند سالوں تک محدود نہیں بلکہ اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے، خود ائمہ علیہم السلام کے دور ہی سے پیدل زیارت پر جانے کا کام انجام دیتے رہے ہیں۔ خاص کر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی تاکید تمام ائمہ اطہار علیہم السلام نے کی ہے۔ کتب احادیث میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور اس کی اہمیت کے متعلق بہت سی احادیث موجود ہیں۔بطورِ مثال کامل الزیارت کی اس حدیث میں زائرِ امام حسین کے اجر وثواب کو بیان کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن زرارہ: میں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا: "بیشک روز قیامت حسین بن علي علیہما السلام کے زائروں کو تمام لوگوں پر فضیلت و برتری حاصل ہوگی۔ میں نے عرض کی: ان کی کیا فضیلت ہے؟ فرمایا: وہ سارے لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔اس وقت دیگر لوگ حساب وکتاب کے مرحلے میں مشغول ہوں گے۔" (کامل الزیارۃ، باب ۵۳، حدیث ۱)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے: امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی پانچ نشانیاں ہیں: دن اور رات میں ۵۱ رکعت نماز پڑھنا، اربعین کی زیارت کرنا، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، خاک پر سجدہ کرنا اور (نماز میں) بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔ (المزار، باب فضل زیارۃ الاربعین، حدیث ۱)

سب سے پہلے قبر حسین کی زیارت کا شرف صحابی رسول جابر ابن عبداللہ انصاری کو حاصل ہوا۔اس حالت میں کہ وہ پیدل تھے اور گریہ وغم کی شدت سے کئی مرتبہ بے ہوش ہوئے۔

موجودہ دور میں صدام کی حکومت کے خاتمے کے بعد وسیع سطح پر رائج ہونے والے اس پیدل سفرِ زیارت کی بنیاد رکھنے والا دراصل مرحوم شیخ انصاری علیہ الرحمہ ہیں جن کی وفات ۱۲۸۱ھ ق میں ہوئی۔انہوں نے زیارت امام حسین علیہ السلام کے لیے قافلے کی صورت میں جانے کا رواج ڈالا۔کافی عرصے تک یہ رواج قائم رہا۔آہستہ آہستہ حکومتوں کے دباؤ کے باعث یہ رواج فراموشی کی نذر ہوتا گیا لیکن زیارت امام حسین علیہ السلام کے لیے جانے والوں کی تعداد میں کوئی کمی نہیں آئی۔

زیارت کے لیے قافلے کی صورت میں پیدل جانے کی یہ رسم محدث نوری نے دوبارہ شروع کی۔یہ بزرگ عالم دین عید قربان پر زیارت امام حسین کے لیے نجف سے کربلا پیدل چل کر گئے۔انہوں نے تین دن راستے میں گزارے۔ان کے دوستوں اور جاننے والوں میں سے تقریباً تیس افراد ان کے ہمراہ تھے۔اس کے بعد محدث نوری نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہر سال اس عمل کو دہرائیں گے۔وہ

آخری بار سال ۱۳۱۹ھ ق میں پیدل چل کر حرم امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے گئے۔ دیگر بہت سے علماء اور مراجع نے ان کے اس عمل کی پیروی کی۔

بعث پارٹی کی عراق میں حکومت پر قبضے اور اسلام کے منافی اقدامات کی بنا پر آیت اللہ العظمیٰ سید حکیم نے بعثیوں کو اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس کے نتیجے میں شیعوں پر حکومت کی سخت گیری میں شدت پیدا ہوگئی۔ بعثی حکومت نے عرب قوم پرستی کو فروغ دیا۔ چونکہ بعثیوں کی سیاست قتل وغارت اور ظلم وستم پر مبنی تھی اس لیے عراق میں بدامنی بہت زیادہ ہوگئی۔ صدام حسین بھی مختلف بہانوں سے شیعوں کو ختم کرنے اور انہیں قتل کرنے کے درپے رہتا تھا۔ عراق، ایران جنگ نے بھی اس پیدل مارچ کے اس سلسلے کو تقریباً ختم ہی کر دیا تھا۔ البتہ لوگ حکومتی کارندوں کی نظروں سے بچتے ہوئے اور مخفی راستوں سے ہوتے ہوئے بستیوں، دیہاتوں اور نخلستانوں میں چھپتے چھپاتے کربلا کی سمت جاتے تھے۔ اگر کسی ذریعے سے حکومتی اداروں کو اس کی بھنک پڑھ جاتی تو وہ زائرین کو راستے ہی میں قتل کر دیتے تھے۔ اگرچہ صدام کی حکومت کے دوران تقریباً ۳۰ سال تک اربعین کا یہ پیدل سفر قانونی طور پر انجام نہیں پا سکا لیکن اس دور میں بھی ایسے شیعہ افراد موجود رہے جو اپنی جان خطرے میں ڈال کر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جاتے رہے۔

بعثی حکومت کے خاتمے اور صدام کو پھانسی دیے جانے کے بعد اگرچہ عراق میں امریکی فوجیوں کی موجودگی، القاعدہ کی دہشت گردی اور بعثی افراد کی شیعہ دشمنی جیسے چیلنجز موجود تھے اس کے باوجود امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی یہ رسم پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر رہی۔ اس مرتبہ عام شیعہ افراد بھی اس سفر میں شامل تھے۔ یہ شیعہ کسی ایک ملک سے تعلق رکھنے والے افراد نہیں تھے بلکہ عراق، ایران، لبنان، قطیف، پاکستان، افغانستان، یورپ، امریکہ اور دوسرے بہت سے ممالک سے آنے والے افراد تھے۔

سید الشہداء کی زیارت کا یہ رواج وہابی الفکر افراد کے لیے قابل قبول نہ تھا۔ شیعوں کی طاقت سے ڈرنے والی حکومتیں بھی ان کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ لہذا کئی مرتبہ شیعہ مراکز پر حملے ہوئے، مساجد میں شیعوں کو قتل کیا گیا، سامرہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے حرم مبارک میں بم بلاسٹ کیا گیا۔ جلوس عزاداری پر حملہ بھی ہوا لیکن امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا یہ رواج بڑھتا ہی چلا گیا۔ آج دنیا کے تقریباً تمام ممالک سے آنے والے زائرینِ حسینی کی تعداد کئی کروڑ افراد تک پہنچ چکی ہے اور ہر سال اس تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ شیعہ علماء اور مراجع نے اس پیدل سفر کو ظہور امام زمانہ علیہ السلام کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ یہ مقدس جلوس اہل بیت علیہم السلام کی جانب توجہ اور ان سے توسل کا بہترین موقع ہے۔ یہ موقع ہے سوچنے اور فکر کرنے کا کہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے کس طرح حق کے لئے قیام کیا۔ امام حسین علیہ السلام کا جو ہدف تھا وہی ہر مومن انسان کا ہدف ہونا چاہیے۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس عظیم ہدف کی راہ میں ثابت قدم رہیں۔ خدا ظہور امام زمانہ میں تعجیل فرمائے۔

زیارت اربعین کیوں؟

مرضیہ شریفی (ایم فل تاریخ اہلبیت)

اربعین "لغت میں چالیس اور چالیسویں دن کو کہا جاتا ہے۔ اربعین حسینی کے رسوم ۲۰ صفر کو منائے جاتے ہیں۔ یہ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے باوفا ساتھیوں کی شہادت کا چالیسواں دن ہے۔ اسی دن اسرائے اہل بیتؑ کا قافلہ شام سے واپس کربلا پہنچا۔ بعض محققین اس بات کے معتقد ہیں کہ زیارتِ اربعین کا سلسلہ، معصوم اماموں کے دور سے ہی چلا آرہا ہے۔ زیارتِ اربعین اہل بیتؑ کے پیروکاروں کے درمیان مشہور، مرسوم اور عام رہی ہے۔

کربلا کا پہلا زائر

جابر بن عبداللہ انصاری، جو محمد عربی ﷺ کے صحابی اور اہل بیتؑ کے وفادار ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عطیہ عوفی کے ساتھ اربعین کے دن امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی۔ جابر حضرت محمدؐ کے صحابی تھے اور ان کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری، ان اولین افراد میں شامل تھے جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے حضرت محمدؐ کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ جابر خود بھی بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھے۔ اُس وقت جابر کمسن تھے۔ وہ حضرت محمدؐ کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک تھے اور اٹھارہ غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ جابر جنگ صفین میں بھی امام علیؑ کے ہمرکاب تھے۔ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں نابینا ہو گئے۔ ۷۴ یا ۷۷ ہجری میں ۹۴ سال کی عمر میں جابر کی رحلت ہوئی۔

عطیہ عوفی جو اہل بیتؑ کے پیروکاروں میں شامل تھے، ۶۱ ہجری میں جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لیے گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کربلا پہنچے تو جابر دریائے فرات میں غسلِ زیارت کے لیے داخل ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے احرام کی طرح ایک لنگی باندھی اور ایک تولیہ کندھے پر ڈالا، پھر خوشبو لگائی اور امام حسینؑ کی قبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جابر ذکر کرتے ہوئے قبر کے قریب پہنچے۔ وہاں انہوں نے عطیہ سے کہا: میرا ہاتھ قبر پر رکھ دو۔ جب انہوں نے ہاتھ قبر پر رکھا تو جابر بے ہوش ہو کر قبر پر گر پڑے۔ عطیہ نے ان کے چہرے پر پانی ڈالا تاکہ وہ ہوش میں آئیں۔ جب وہ ہوش میں آئے تو تین بار "یا حسین" پکارا اور کہا: "کیا دوست اپنے دوست کا جواب نہیں دیتا؟" پھر خود سے کہا: "کیسے (حسین) جواب دیں گے جب کہ وہ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کا سر جسم سے جدا ہے؟" پھر حضرت حسینؑ پر سلام بھیجا۔

زیارتِ اربعین کے مستحب ہونے کی وجوہات

زیارتِ اربعین کے مستحب ہونے کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے بعض درجِ ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ مجلسی نے "زاد المعاد" میں بیان کیا ہے کہ چونکہ جابر نے جو صحابہ میں سے تھے، اس عمل کی بنیاد رکھی اس لیے یہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے اس دن کی فضیلت کی وجہ ہو سکتی ہے۔ علامہ مجلسی نے یہ بھی کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اس کی اور بھی وجوہات ہوں جو ہم پر مخفی ہیں۔

۲۔ امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے: "مومن کی نشانیاں پانچ چیزیں ہیں: رات اور دن میں ۵۱ رکعت نماز (۱۷ رکعت فرض اور ۳۴ رکعت نفل)، زیارت اربعین، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، سجدے کے وقت پیشانی کو خاک پر رکھنا اور نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا۔"

۳۔ امام صادقؑ سے اربعین کے دن کی مخصوص زیارت نقل ہوئی ہے۔

۴۔ ابوریحان بیرونی کے نقل کے مطابق: "۲۰ صفر کو امام حسینؑ کا سر مبارک آپ کے جسم اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ اسی دن زیارت اربعین کا حکم دیا گیا ہے۔" اسی بنا پر علامہ مجلسی نے "زاد المعاد" میں لکھا ہے: "مشہور یہ ہے کہ اس دن امام حسینؑ کی زیارت کی تاکید کی وجہ یہ ہے کہ امام زین العابدین اور اہل بیت علیہم السلام اس دن شام سے واپسی پر کربلا پہنچے اور انہوں نے شہداء کے سروں کو ان کے جسموں کے پاس دفن کیا۔"

اگرچہ خود علامہ اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ اہل بیت ۲۰ صفر کو کربلا پہنچے تھے لیکن ان کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دور میں بھی یہ مشہور تھا کہ زیارت اربعین کی اہمیت شہداء کی زیارت اور امام زین العابدینؑ کے ذریعے سروں کو جسموں کے ساتھ دفن کرنے کی وجہ سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ زیارتِ اربعین امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت کے چالیسویں دن جابر کے ذریعے شروع ہوئی اور اماموں کی تاکید کے باعث شیعوں میں پھیل گئی۔ یوں ہر سال امام حسینؑ کے عشاق اس سفر میں شامل ہوتے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ منتقم آل محمد امام عصر علیہ السلام کے ظہور تک جاری رہے گا۔

اربعین واک کے عالمی اثرات

ترجمہ: تصدق ہاشمی

اربعین کے دن کربلا کے اطراف واکناف سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے پیدل آنے کی ایک طویل تاریخ ہے۔ صدام کی حکومت کے خاتمے کے بعد اربعین واک کی موجودہ شکل وجود میں آئی ہے۔ حالیہ چند سالوں سے یہ رسم مزید پر رونق ہوتی جا رہی ہے۔ اس رسم میں دنیا کے مختلف ممالک سے مختلف ادیان و مذاہب کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ گذشتہ چند سالوں سے نئے انداز میں اس واک کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اس کے عالمی سطح پر جو نتائج واضح طور پر سامنے آتے جارہے ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی وانسانی بیداری میں اضافہ

زیارت اربعین کے سفر میں مختلف افراد کے باہمی رابطے کے نتیجے میں افکار کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اس کے باعث بالغ نظری اور بیداری میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ بین الاقوامی تہذیب وتمدن سے آشنائی

اس مشی یا واک یا ملین مارچ میں عالمی ثقافتوں کی سطح ہر سال بڑھتی جارہی ہے۔ مختلف افراد اپنی اپنی ثقافت کے ساتھ اس مشی میں شریک ہوتے ہیں اور اپنی ثقافت کو اجاگر کرتے ہوئے اس مشی کے معیار کو بلند کرتے ہیں۔ یہ مشی نہ صرف یہ کہ افراتفری کا باعث نہیں بنتی بلکہ عالمی انسانی رابطے کی خوبصورتی اور اشاعت کا باعث بنتی ہے۔ اس عظیم اجتماع میں حاصل شدہ تجربات کے باعث معاشرتی سطحِ زندگی کے معیار کو پیشرفت حاصل ہوتی ہے۔

۳. عقل اور دلیل کی بنیاد پر دینی بحث و تحقیق

عراقی میزبان زائرین کو مہمان نوازی اور آرام کے لیے اپنے گھروں میں لے جاتے ہیں۔ ان گھروں میں جمع ہونے والے لوگوں کے درمیان رات کو بحث ہوتی ہے اور ہر شخص اور گروہ اپنے عقائد دوسروں کو بیان کرتے ہیں جو عقلی دلائل کی بنیاد پر مشتمل ہوتی ہیں۔ بعض اوقات پیچیدہ ابحاث زیر بحث آتی ہیں۔ ان مسائل کو یہ لوگ ایک دوسرے کی رائے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صحیح سمت میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴۔ زائرین کی تعداد میں اضافہ

گزشتہ ہزار سالوں سے زیادہ عرصے کے دوران امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر تک بہت کم لوگ پیدل سفر کرتے تھے، لیکن آج لاکھوں لوگوں کا سیلاب کربلا کی جانب رواں دواں ہوتا ہے۔ انسانی آزادی سے محبت، امام عالی مقام سے عقیدت، مختلف طبقوں کی

باہمی ملاقاتوں، میز بان ملک کی شاندار مہمان نوازی سمیت دیگر وجوہات کی بناپر ہر سال اربعین واک میں شرکت کرنے والوں کی تعداد میں لاکھوں کے حساب سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

۵۔انسان ساز شیعی تہذیب وتمدن کی ترویج

اربعین مارچ کے راستے میں شیعہ علماء سمیت ہر شیعہ شیعی ثقافت، ائمہ علیہم السلام کی سیرت، واقعات کربلا، امام حسین علیہ السلام کے اہداف اور انسانی تہذیب وتمدن سے بھرپور شیعہ مذہب کی ترویج کرتے ہیں۔اس کے باعث مذہب تشیع کو پذیرائی حاصل ہوتی ہے اور اس مکتب فکر کے پیروکاروں میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔

۶۔ائمہ کی بارگاہ سے شفایابی او مشکل کشائی

سینکڑوں سالوں سے شیعہ مذہب کے ماننے والے اپنی زندگی کی مشکلات کے حل کے لئے معصومین علیہم السلام کے در سے متمسک ومتوسل ہوتے آرہے ہیں۔ معصومین علیہم السلام بھی ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔اس سلسلے میں معصومین کی کرامات کا بار بار اظہار ہوتا ہے۔ یہ کرامات پوری دنیا کی توجہ کا باعث بنی ہیں۔ یوں دیگر مذہب کے ماننے والے بھی اپنے آپ کو اس راستے پر لگا دیتے ہیں اور اپنے حوائج کے لئے ان ہستیوں سے متوسل ہوتے ہیں۔ بارہا ان کی حاجت روائی ہوئی ہے۔ جس کی بناپر مذہب اہل بیت کی ترویج ہوئی ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے لوگ اس راستے پر گامزن ہورہے ہیں۔

امام حسینؑ کی زیارت کیلئے پیدل جانے کی فضیلت اور اس کے ثواب کے بارے میں اہل بیتؑ سے مختلف احادیث نقل ہوئی ہیں۔ان احادیث کے مطابق پیدل زیارت کرنے کا ثواب ایک لاکھ حسنہ اور ایک لاکھ گناہوں کی مغفرت ہے۔

دور حاضر میں پیادہ روی اربعین شیعوں کے مراسم میں سے ہے جو ہر سال اربعین حسینی کے زمانہ میں انجام پاتے ہیں۔اس میں لاکھوں افراد شرکت کرتے ہیں اور اس کا شمار دنیا کے سب سے بڑے سالانہ مارچ یا مذہبی اجتماع میں ہوتا ہے۔

شیخ مرتضی انصاری اس سنت کے احیاء کرنے والوں میں شامل تھے اور آپ نجف سے کربلا پیدل زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔ میرزا حسین نوری بھی ہر سال پیدل امام حسینؑ کی زیارت کرتے تھے۔سید محمد مہدی بحر العلوم اہل طویرج کے دستہ عزا کے ساتھ ہمیشہ پیدل زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔اسی طرح شیخ جعفر کاشف الغطاء پابندی کے ساتھ پیدل زیارت پر جایا کرتے تھے اور مرعشی نجفی بیس مرتبہ پیدل کربلا کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

کامل الزیارات

سفرِ اربعین: اتحادِ امت کی تجلی

ترجمہ: محمد حسن غدیری

مقدمہ

قرآن کریم نے آیات وحی کے ذریعے مسلمانوں کو امتِ واحدہ کا نظریہ سکھایا اور یہ حکم دیا کہ مسلمان اسی نظریے کے مطابق اللہ کی رسی کو تھامے رہیں۔

جبکہ امت مسلمہ ابتدائے اسلام سے اب تک مختلف اختلافات اور فرقوں میں گرفتار ہے۔آج کل بھی مختلف موانع مثلاً استعماریت، تکفیری فرقے، برطانوی شیعہ (ایم آئی سیکس)، قوم پرستی وغیرہ امت اسلامیہ کے اتحاد کی راہ میں مانع بنی ہوئی ہیں

ادھر اربعینِ حسینی اپنی منفرد خصوصیات کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان اختلاف وافتراق کو ختم کرنے اور ایک ملت کے تصور کو مضبوط کرنے کیلیے ایک موزوں اور مناسب پلیٹ فارم ہے۔

توحیدی نظام کی وحدت

پروردگار عالم نے نظام خلقت کو توحید کی بنیاد پر استوار ہے۔اس کائنات میں موجود تمام موجودات خدائے واحد کی نشانیاں ہیں۔فلسفۂ نبوت اور انبیاء کی بعثت انسانی معاشرے میں انسانوں کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے ہے۔۱

قرآن کریم انبیائے الٰہی کے حالات بیان کرنے کے بعد اسلامی معاشرے سے فرماتا ہے: إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً۔۲

یہ عظمت والے انبیا سب ایک ہی امت تھے۔ان کے اہداف اور مقاصد بھی ایک ہی تھے۔اگرچہ وہ اختلافِ زمانی کے لحاظ سے مختلف خصوصیات کے حامل یا مختلف طریقوں کے حامل تھے مگر سب ایک ہی لائن پر حرکت کرتے تھے۔ان تمام انبیاء نے راہِ توحید میں شرک کا مقابلہ کیا اور لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے حق وعدل کی راہ میں قدم اٹھایا۔

امت کی تعریف

امت اس جماعت کو جو ایک ہی راستے پر گامزن ہو کہا جاتا ہے۔اس لحاظ سے امت مسلمہ چونکہ دینی اعتبار سے ایک ہی ہدف اور شریعت پر کاربند ہے لہذا اسے امت کہا جاتا ہے۔مگر امت اسلامیہ ابتدائے اسلام سے ہی مختلف اختلافات اور فرقوں میں تقسیم ہے۔ سیاسی مسائل، وجانشینی پیغمبر سے مربوط مسائل اور دیگر مسائل کی وجہ سے امت اسلامیہ مکتب اہل بیت سے جدا ہوئی۔ مختلف مکاتب فکر وجود میں آئے۔اسی طرح کلامی واعتقادی مسائل میں مختلف آراء و مکاتب وجود میں آئے۔ یہ سب مختلف تاریخی ادوار میں مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا سبب بنے ہیں۔اس مسئلے نے ایسی دوریاں ایجاد کیں جس کے نتیجے میں اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں اسلامی گروہوں کے درمیان مختلف قسم کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ کبھی فکری لڑائی، کبھی سیاسی لڑائی اور کبھی مسلم گروہوں کے

درمیان جنگیں اور فوجی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ حالانکہ کتاب وحی صراحت کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اللہ کی رسی سے تمسک کرتے ہوئے متحد رہنے کا اور تفرقہ واختلاف سے دوری کا حکم دیتا ہے۔۵

دوسری طرف رسول اکرم ﷺ نے قرآن وعترت سے تمسک کو تمام مشکلات واختلافات کے حل کے طور پر پیش کیا ہے۔

اتحادِ امت کے تقاضے اور رکاوٹیں

عصر حاضر میں مسلمانوں کو باہر اور اندر دونوں جانب سے گھمبیر مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے ایک اسلامی ملت کی تشکیل مشکل ہوگئی ہے۔ باہر سے استکباری قوتیں سالہاسال سے یہ کوشش کر رہی ہیں کہ اسلامی ممالک کو ماضی کی طرح غلام بنائے رکھیں اور اسلامی سرزمینوں کو ہر قسم کی پیشرفت وترقی اور آزادی سے محروم رکھیں۔ ادھر اندر سے اسلامی ممالک کے بہت سے حکمرانوں نے اس سازش کو قبول کرتے ہوئے خود کو غیروں کا محتاج اور مقروض بنالیا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے قومی وسائل کو دشمنان اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غاصب صیہونی حکومت کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور سرکاری وعوامی سطح پر اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کو جس چیز کی شدت سے ضرورت ہے وہ ایسے عناصر وعوامل ہیں جو مسلمانوں کے درمیان موجود فاصلوں کو ختم کرتے ہوئے ان کو مشترکہ مقاصد واہداف کی طرف رہنمائی اور تعاون فراہم کریں۔

یقیناً قرآن کریم اس مقصد کے حصول میں سب سے مؤثر عنصر ہے جو اپنے جامع وکامل متن کے ساتھ امت اسلامیہ کے درمیان موجود بہت سے تنازعات کا حل پیش کرتا ہے۔

اربعین: امتِ واحدہ کا مشترکہ پلیٹ فارم

کتاب الٰہی کے علاوہ اہل بیت رسول امت اسلامیہ کے درمیان اتحاد ویکجہتی کا ایک اور عنصر ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت اہل بیتؑ کی ولایت وامامت پر اعتقاد ویقین نہیں رکھتی لیکن اہل بیتؑ کی محبت تمام مسلمانوں میں ایک مشترکہ عنصر ہے۔ اس سلسلے میں سید شہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت اور آپ کے فضائل رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں خاص توجہ کے قابل ہیں۔

اربعین عاشقان ومحبانِ اہل بیت کی ملاقات کی جگہ (میعاد) ہے۔ یہ عظیم میعاد امت واحدہ کی قوت کی مظہر ہوسکتی ہے۔ اربعین کا خوبصورت نعرہ "حُبُّ الْحُسَینِ یَجمَعُنا" کئی سالوں سے عالمی ذرائع ابلاغ میں ٹرینڈ بن چکا ہے نیز سماجی واجتماعی میدانوں میں موجود ہے۔

اربعین کا اجتماع قومی، مذہبی، اور نسلی اختلافات کے باوجود امت اسلامیہ کے اجتماع کا ایک کامیاب اور حیران کن پلیٹ فارم بنتا جارہا ہے۔ لیکن امت واحدہ اور مسلمان قوم کے ارکان کے درمیان ایک مشترکہ مقصد کی تبیین وتشخیص کی ضرورت ہے۔ یہی مشترکہ ہدف موجودہ حالات میں سید الشہدا ؑ کی زیارت کے ان ایام میں زائرین کو خدمات فراہم کر رہا ہے۔

تکفیریت: امت واحدہ کی تشکیل کے لیے سنگین خطرہ

عالم اسلام کو درپیش چیلنجوں میں سے ایک تکفیریت کا انسان سوز نظریہ ہے۔ یہ امت واحدہ کے مفہوم اور نظریے کے ساتھ مکمل طور پر متصادم ہے۔ مسلمانوں میں عام تکفیری سلسلے وہابیت اور سلفیت سے پروان چڑھے ہیں۔ گذشتہ چند دہائیوں میں تکفیریت کو عالمی

سطح پر فروغ دیا گیا جس نے عالم اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں بہت سے دیگر مسلمان فرقوں کے زعما اور مکتب تشیع کے علما و مراجع نے اسلامی بھائی چارے اور اتحاد امت کا پرچم بلند کیا ہے۔ اتحاد امت کی کامیاب عالمگیر کوششوں میں عالمی ہفتہ وحدت، عالمی یوم قدس اور اربعین ملین مارچ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ بیدار مغز مسلمانان عالم نے اربعین حسینی کے سایے میں اور اس انسان ساز پلیٹ فارم کے ذریعے یہ عملی اعلان کیا ہے کہ اسلام میں فرقہ وارانہ اختلافات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس عالمگیر اربعین ملین مارچ نے تنگ نظری اور تکفیریت کو اسلامی نقطہ نظر سے مسترد کر دیا ہے۔

اربعین نے نہ صرف مسلمانوں کے درمیان بلکہ دنیا کے تمام پر امن انسانوں کے درمیان اس سوچ کو فروغ دیا ہے کہ پر امن بقائے باہمی ہی دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتی ہے۔ زائرین اربعین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اتحادِ امت کے انسان ساز پیغام کو مزید عام کریں تاکہ اسلامی ممالک سے قتل و غارتگری اور بدامنی کی بنیاد ختم ہو جائے نیز اسلامی اخوت، برادری، مساوات، اور اتحاد و انسجام کے پرچم تلے امت مسلمہ تمام میدانوں میں ترقی کی منزلیں تیزی سے طے کرے۔

امت واحدہ کے مقابلے میں ایم آئی سکس گروہ

دوسری طرف برطانوی M.I.6 کا پروردہ نام نہاد شیعہ گروہ ہے جو عالمی میڈیا پر اہل سنت کے مقدسات کی توہین کرتا ہے۔ یہ ایک اور چیلنج ہے جو امت واحدہ کے تصور کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے۔ یہ گروہ ایک طرف سے تکفیری تحریکوں کو تشیع اور مکتب اہل بیت کے ساتھ دشمنی کا بہانہ فراہم کرتا ہے اور دوسری طرف سے اسلامی مذاہب کے درمیان میل جول اور قربت کی بنیادوں کو ختم کر رہا ہے۔ بدقسمتی سے یہ عناصر اربعین کے جلوسوں اور عزاداری کے اجتماعات میں فعال کردار رکھتے ہیں اور اہل بیت کے چاہنے والوں میں اپنے منحرف نظریات کو فروغ دیتے ہیں۔

مسلمانوں اور شیعوں کو آگاہ ہونا چاہیے کہ ان کی مفسدانہ سوچ تشیع کی بنیادی سوچ سے کوسوں دور ہے۔ مکتب اہل بیت اپنے کسی فرد کو دوسرے اسلامی مذاہب کے مقدسات کی توہین کی اجازت نہیں دیتا۔

اربعین اور قوم پرستی کی نفی

امت اسلامیہ کے اتحاد کی راہ میں ایک اور سنگین رکاوٹ مسلمانوں میں قوم پرستی کا رجحان ہے۔ اسلام دشمن قوتوں نے امت کے درمیان قوم پرستی کو ہوا دے کر نسلی و قومی تعصبات کی ترویج کی ہے۔

نسل پرستی اور نام نہاد قوم پرستی کے تصور کا پرچار اسلامی ممالک میں نوآبادیاتی نظام کے فتنے کے ساتھ عربی، ایرانی، ترکی اور دیگر اقوام وغیرہ کی شکلوں میں کیا گیا۔ اس طرح اسلامی سرزمین کو چھوٹے ممالک میں تقسیم کیا گیا۔

اربعین حسینی امت اسلامیہ کے درمیان اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک بہت ہی مفید پلیٹ فارم ہے۔ تمام زائرین حسینی اگرچہ وہ بہت ہی قومیتوں اور نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن عشق حسینی کے وسیع سمندر میں ایک ہی محورِ حق کی زیارت کے درپے ہوتے ہیں۔ حق کی یہ محور سید شہداء کے نام سے معروف ہے۔ یہاں آکر رنگ و نسل کے سارے نقوش مٹ جاتے ہیں۔ یہ حسینی

تحریک کی خصوصیت ہے کہ وہ نسلی، لسانی اور علاقائی وابستگیوں سے قطع نظر مختلف گروہوں کو اکٹھا کرتی ہے۔ اس واحد تحریک کا ایک ہی پیغام ہے جو انسانیت کا خدائی منشور ہے۔

آخری نکتہ یہ کہ اس عظیم تحریک کے منصوبہ ساز اور پالیسی ساز سید شہداء کے اقوال میں سے ہم ہر سال ایک قول کو منتخب کر سکتے ہیں اور اسے اس سال کے تمام حسینیوں کے مشترکہ نعرے کے طور پر اس مہم کے لیے استعمال کر سکتے ہیں تاکہ حسینی زائرین میں تحریک حسینی کو فروغ ملے اور اس عظیم تحریک کو عالمی سطح پر ایک واضح شناخت ملے۔ اس نعرے کا اعلان اربعین میں موجود تمام گروہوں کے مشترکہ بیانیے کی صورت میں کیا جائے۔

کربلا میں موجود خواتین کے سب سے اہم کردار

۱۔ مردوں کو شہادت و جہاد کی ترغیب و تشویق: بعض اصحاب کے کربلا میں حاضر ہونا خواتین کی فداکاری اور ہمت کا نتیجہ تھا۔ جیسے زہیر بن قین کی زوجہ۔

۲۔ صبر واستقامت یعنی روحی استحکام: یہ خواتین اپنے شوہروں اور بیٹوں کی شہادت کے ابوجد صبر سے کام لیتی بلکہ دوسری کے لئے صبر و تحمل کی تلقین کرتی تھیں۔ جیسے زینب کبری۔

۳۔ عیادت: بعض خواتین کربلا میں موجود بچوں اور زخمیوں کی تیارداری کا فریضہ انجام دیتی، جیسے زینب کربلا کے واقعہ سے پہلے اور بعد میں امام زین العابدین کی تیارداری میں مشغول رہتی، اور سیری کی حالت میں بھی بچوں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔

۴۔ پیغام رسانی: ان کے سنگین ذمہ داریوں میں سے ایک یہ تھی کہ سر سخت، دشوار اور انتہائی مشکل حالات میں بھی کربلا کے شہدا کے پیغام اور حسین کے مقصد کو لوگوں کے کانوں تک پہنچانا تھا زینب نے اپنے خطبوں کے ذریعے کفہ و شام کے لوگوں کو جہالت و غفلت سے باہر نکالی۔۔

ان خواتین نے گریہ وزاری کے ذریعے کربلا کے واقعہ کے بارے میں لوگوں کے احساسات وجذبات کو تحریک دی اور ان سب کو متاثر کیا۔

۵۔ مدیریت: سخت حالت میں انسان کی صلاحیت نشوونما پاتی ہیں، اور حضرت زینب کا کردار عاشورا میں اور قافلہ کی سرداری (بحرانی حالت میں مدیریت) سکھاتی ہے۔

۶۔ اقدار کی حفاظت: خواتین اہل بیت اگرچہ اسیر تھیں لیکن جب ان سے حجاب چھینی گئی تو انہوں نے اعتراض کیا اور عفاف و حجاب کی حفاظت پر تاکید کی۔ جیسے ام کلثوم نے فریاد بلند کی۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اہل بیت کا تماشا دیکھنے جمع ہوئے ہیں۔

اربعین: ظہور کا پیش خیمہ

عارف بلتستانی

خدا نے انسان کو آزاد خلق کر کے اسے عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ عدل و انصاف کی خواہش انسان کی فطرت کا جزو لاینفک ہے۔ جہاں ظلم و زیادتی اوج پر ہو گی وہاں عدل و انصاف کی طلب اور تڑپ کا احساس بھی زیادہ ہو گا۔ یہی احساس بہت سی تحریکوں کو جنم دیتا ہے کیونکہ انسانی فطرت ہمیشہ انسانی اقدار اور حق و حقانیت کی حاکمیت چاہتی ہے۔ اظہر من الشمس ہے کہ فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔

انہیں انسانی اقدار اور حق و حقانیت کی حاکمیت کی خاطر حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام نے قیام کیا اور اپنے خون کے ذریعے انسان کو بیدار کیا کہ اٹھو اپنی فطرت کی آواز پر لبیک کہو۔ یہ مختصر قیام، ایک طرف تمام انسانی اقدار کی تجلی اور مظہر صفات خداوندی ہے۔ اس کی دوسری جانب ظلم و بربریت اور شقاوت سے لبالب یزیدیت جلوہ گر ہے کیونکہ کربلا اقدار کی جنگ ہے۔

قیام کربلا کے وجود میں آنے کا سبب، انسانی اقدار اور حق و حقانیت کی پامالی تھی۔ اسی لئے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے روکا نہیں جا رہا ہے؟ میں اس لیے خروج کر رہا ہوں تاکہ امر بالمعروف کے ذریعے اپنے جد امجد اور اپنے پدر نامدار کی سیرت کا احیاء کروں۔“ ان کی سیرت بھی یہی تھی کہ انسان کو جہالت کی ظلمتوں سے نکال کر فطرت اور حق و حقانیت کے خورشید سے ملائیں۔

دوسرے الفاظ میں قیام کربلا کا مقصد اسلامی تہذیب و تمدن کی تعمیر نو تھی جس کے لیے امام حسین علیہ السلام اور آپ کے پاک اصحاب نے اپنی جانوں کی قربانی پیش کی نیز حضرت امام سجاد اور حضرت زینب علیہا السلام نے قید و بند اور اسیری کی صعوبتیں جھیلیں۔

کربلا مہدویت کی تمہید ہے اور اربعینِ حسینی ظہور امام کے لیے انسانوں تربیت کا گہوارہ ہے۔ اس تربیت گاہ کا آغاز امام زین العابدین اور جناب زینب علیہا السلام کی رہبری میں عصر عاشور کے بعد ہوا اور اب تک جاری و ساری ہے اور ظہور تک جاری رہے گا۔

اسی لیے ائمہ معصومین علیہم السلام نے جہاں انتظارِ فرج کو بہترین عبادت قرار دیا ہے وہاں زیارت اربعین کے لئے پیدل سفر کرنے کی بہت تاکید کی ہے۔ ایک روایت میں رسول اللہ فرماتے ہیں ”میری امت کا بہترین عمل انتظارِ ظہور ہے۔“

محمد بن فضیل کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے انتظار فرج کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”خداوند متعال فرماتا ہے: “وَانتَظِرُوا۔ اِنَّا مُنتَظِرُونَ۔ تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کریں گے۔

بشیر دہّان کہتے ہیں: "امام صادق (علیہ السلام) اپنے شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ حیرہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے بشیر! کیا تو نے اس سال حج کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں، نہیں کیا۔ لیکن میں

عرفہ کے دن قبر حسین کے پاس موجود تھا۔ فرمایا: اے بشیر خدا کی قسم، اصحاب مکہ کے لئے مکہ میں جو کچھ (ثواب) تھا اس میں سے کوئی چیز تیرے ہاتھ سے نہیں گئی۔ میں نے کہا: آپ پر قربان، وہاں عرفات کا میدان بھی تو ہے۔ (پس میں ثواب میں ان کی برابری کیسے کر سکتا ہوں؟) آپ میرے لئے وضاحت فرمائیے۔

امام نے فرمایا: اے بشیر جب تم میں سے کوئی شخص فرات کے پانی سے غسل کرتا ہے پھر امام حسین بن علی (علیہ السلام) کی قبر کی سمت آپ کی کامل معرفت کے ساتھ چلتا ہے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے جو وہ اٹھاتا یا رکھتا ہے سو مقبول حج اور سو مقبول عمروں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور سو جہاد جو دشمنان خدا اور دشمنان رسول کے خلاف کسی مرسل نبی کے ساتھ کیے ہوں، کا ثواب بھی اسے دیتا ہے۔ اے بشیر! سنو اور اس (روایت) کو اس شخص کے لئے بیان کرو جس کا دل اسے برداشت کر سکے۔ جو شخص عرفہ کے دن حسین (علیہ السلام) کی زیارت کرے وہ ایسا ہے گویا اس نے عرش پر اللہ کی زیارت کی ہو۔

جو شخص پیدل زیارت قبر حسین (علیہ السلام) کے لیے چلے تو اللہ تعالی اس کے ہر قدم کے بدلے جو وہ اٹھائے، ہزار نیکیاں لکھے گا اور اس کے ہزار گناہ مٹا دے گا اور اس کے لئے ہزار درجات بلند فرمائے گا۔ پھر فرمایا: فرات میں داخل ہو کر پہلے غسل کرو اور اپنے جوتے آویزاں کرو اور ننگے پاؤں ذلیل بندے کی طرح راہ چلو۔

امام صادق (علیہ السلام) ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں: جو شخص پیدل امام حسین (علیہ السلام) کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہے اس کے ہر قدم کے بدلے جو وہ اٹھاتا اور رکھتا ہے اللہ تعالی اس کے نامہ اعمال میں اولاد اسماعیل (علیہ السلام) میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے۔

سفر اربعین دینی اقدار اور دینی اقتدار و قوت کی حسینی تجلی ہے جو ظہور کی تیاری اور آمادگی کی مشق ہے۔ بنی امیہ و بنی عباس کے دور سے لے کر اب تک دشمن کی یہی کوشش رہی ہے کہ مختلف طریقوں سے اربعین کے اس پیدل سفر کو ختم کیا جائے تاکہ ان کی اقتدار کی کرسی باقی رہے۔ اس کے لئے انہوں نے کبھی زائرین کے ہاتھ قطع کیے، کبھی بم دھماکوں کے ذریعے راستہ بند کیا تو کبھی جراثیمی حملوں سے راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن انہیں کیا پتہ کہ جو شعائرالٰہی کو زندہ کرنے کی خاطر خدا کی راہ میں قدم بڑھاتے ہیں خدا ہمیشہ انہی کی مدد کرتا ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَاللّٰه بِاَفواهِهِم وَاللّٰه مُتِمُّ نُورِه وَلَو كَرِهَ الكٰفِرُونَ۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں جبکہ اللہ اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا خواہ کفار برا مانیں۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے　　　وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اربعین حسینی انسانی اقدار کی تجلی گاہ ہے۔ اربعین ظہور امام زمان کی تمہید ہے۔ اربعین حسینی خدا اور اہل بیت سے اظہارِ عشق کا نام ہے۔ اربعین حسینی ایک تحریک ہے جو تمام اختلافات سے مبرا ہو کر زندہ دل انسانوں کو ایک لڑی میں پروتی ہے۔ اربعین حسینی مہدوی معاشرے کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ اربعین حسینی عاشقان صلح و دوستی کی میقات ہے۔ اربعین حسینی عشق و جنون کا دوسرا نام

ہے۔اربعین حسینی ایک ایسی تربیت گاہ ہے جہاں سے انسان عدل وانصاف کی تلاش میں سفر شروع کرتا ہے۔اربعین حسینی وہ یونیورسٹی ہے جہاں سے انسان خدائی بن کر آتا ہے۔

اربعین حسینی ظہور کی طرف حرکت کا نام ہے۔اربعین کے دن دنیا بھر سے کروڑوں زندہ ضمیر لوگ جمع ہوتے ہیں۔وہ ہو بہو کسی ماہتاب کے مانند دکھائی دیتے ہیں جو آسمان کربلا میں خورشید عشق وانسانیت کے گرد جمع ہو کر محو گردش ہو۔یہ لوگ وقت کے حسین اور یوسف زہرا سے تجدید عہد کرتے ہیں کہ اب ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے کیونکہ باقی ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں کی غفلت اور بے وفائی سے شہید ہو گئے ہیں۔

اربعین حسینی انسانیت کی خدمت ,ایثار وقربانی اور فداکاری کا دن ہے۔اس کی بہترین مثال نجف سے کربلا تک پیدل سفر میں دیکھی جاسکتی ہے۔اسے دیکھ کر انسان انگشت بدندان رہ جاتا ہے۔یہ سلسلہ اتنا منظم اور وسیع ہے کہ اس میں کروڑوں انسانوں میں سے کوئی بھی بھوکا پیاسا نہیں رہتا بلکہ ہر کسی کو اپنی مرغوب ومن پسند چیزیں میسر ہوتی ہیں۔یہ کہنا بجا ہے کہ مشئ اربعین بہشت برین کی ایک جھلک ہے۔

انشاءاللہ اس سال ایک بار پھر پوری دنیا سے چھ ماہ کے بچے سے لے کر اسی سالہ عمر رسیدہ انسانوں تک سارے عشاق اہل بیت "لبیک یا حسین" کی صدا بلند کرتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل رہے ہیں۔اربعین کی ثقافت اب عراق کی سرزمین سے نکل کر ایک عالمی ثقافت میں تبدیل ہو چکی ہے۔البتہ دشمن بھی اپنی تمام تر کاوشوں کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں تاکہ تفرقہ بازی اور دیگر شیطانی ہتھکنڈوں کے ذریعے کے ذریعے اس عظیم انقلاب کا راستہ روکیں۔

تمام عاشقان حسینی کو اس بات کی طرف متوجہ رہنے کی ضرورت ہے کہ آپ نے بصیرت کا دامن تھام کر امام سجاد اور حضرت زینب علیہا السلام کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے دشمن کے تمام ناپاک عزائم کو غرق خاک کرنا ہے۔

حوالہ جات:

کمال الدین وتمام النعمہ جلد ۲، باب ۵۵، ح۴، ۳۔

ابن قولویہ (متوفای ۳۶۷ھ)، کامل الزیارات، ص ۳۲۰۔

کامل الزیارات ۱۳۴۔

سورہ صف آیت ۸۔

سورہ توبہ ۳۲۔

اربعین حسینی اور ہماری ذمہ داریاں

شیخ حسین چمن آبادی

اسلامی ثقافت اور علم عرفان میں چالیس کی عدد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بطور مثال طلبِ حاجات کے لیے اور عرفانی سیر وسلوک کے اہم ترین مقامات تک رسائی کے لیے چالیس روزہ چلہ کشی کی جاتی ہے۔ چہل حدیث، چالیس روز کے اخلاص کی روایت (من أخلص لله أربعين صباحا ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه .جامع الأخبار(الشعيري)؛ ص ۹۴)، چالیس سال کی عمر میں بلوغِ عقل والی حدیث، چالیس مؤمنین کے لیے دعا کرنے کی تاکید، بدھ کی چالیس راتیں، مؤمن کے کفن کے ساتھ چالیس لوگوں کا دستخط شدہ شہادت نامہ دفنانا وغیرہ ہماری روایات میں بہت مرسوم ہیں۔

اسلامی ثقافت میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے جانثاروں کی شہادت کے چالیسویں روز کو اربعین کہا جاتا ہے۔ امام مظلومؑ کی شہادت کے پہلی چالیسویں کو رسول خداﷺ کے بزرگ صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ اور عطیّہ عوفی نے سب سے پہلے آپؑ کی قبر مطہر پر آکر زیارت کی۔ بعض روایات کے مطابق اسیرانِ آل محمدؑ پہلی اربعین کو کربلا پہنچے۔ وہاں جابر بن عبد اللہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ بعض مؤرخین نے اس روایت کی نفی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل بیتؑ پہلی اربعین کو کربلا نہیں پہنچے تھے۔ (منتہی الآمال ج۱، ص ۳۴۲)

اربعینِ حسینی کا پیدل مارچ تاریخ انسانیت کا ایک بے نظیر کارنامہ ہونے کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے مقدس اہداف کی تکمیل، شیعہ مذہب کے پرچار اور عالمی سطح پر سیرت آلِ محمد پر مبنی سماج کی تشکیل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عظیم موقعے سے استفادہ کرتے ہوئے پوری دنیا میں اسلام کے نورانی چہرے کو روشناس کیا جا سکتا ہے۔ اس موثر ترین موقعے پر زائرین حسینی کی ذمہ داری دوچنداں ہو جاتی ہے کیونکہ اس عظیم اجتماع کا بندوبست امام حسینؑ، اہل بیت پیغمبرؐ اور اصحاب باوفا خود ہی کر دیتے ہیں۔ پوری دنیا سے ہر رنگ ونسل، ہر فرقہ و مذہب اور ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے امام حسینؑ کی قبر مطہر کی طرف بے اختیار کھنچے چلے آتے ہیں۔ رسول خداﷺ کا فرمان پاک ہے: قتل حسینؑ مؤمنین کے نفس وجان میں قیامت تک شعلہ ور رہے گا۔ إن لقتل الحسين حرارة في قلوب المؤمنين لا تبرد أبدا۔ مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل ج ۱۰، ۳۱۸، ۴۹ ص: ۳۱۱)

امام حسینؑ سے لوگوں کی محبت ومودّت میں روز افزوں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اس عشق ومحبت کو وجود میں لانے میں کسی انسان کا کوئی نقش نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ آپؑ کی عظیم اور لازوال قربانی کا خداداد نتیجہ ہے کہ آج پوری دنیا کے لوگ رنگ ونسل، فرقہ و مذہب، زبان اور طبقاتی امتیازات سے ماوراء ہو کر لبیک یا حسینؑ کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے راستے کی تمام تر مشکلات کو عبور کرتے ہوئے کربلائے معلی کی طرف ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح امنڈ آتے ہیں۔ اس عظیم اجتماع کے وقوع کے بارے میں کسی قسم کی فکر

نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ اللہ کی منشاء کے مطابق وقوع پذیر ہوتا ہے لیکن فکر اس بات کی ہے کہ اس بحر بیکراں کے ذریعے درس کربلا اور اہداف عاشورا کو تحریف کے بغیر پوری دنیا کے کونے کونے تک کیسے پہنچایا جائے؟ عصر حاضر کے فرعونوں، یزیدیوں اور نمرودوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت کو ان کے چنگل سے کیسے نجات دلائی جائے؟ مفاد پرستوں، عیاشی کے دلدادہ لوگوں اور مقام و منصب کے اسیروں کو اس دلدل سے کیسے باہر نکالا جائے؟ انہیں کیسے عاشورائی اور کربلائی بنایا جائے اور زائرین حسینی اپنی صلاحیت، استعداد اور مہارت کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کا تعین کیسے کریں؟ ان ذمہ داریوں میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔

ا۔اربعین کے پیدل سفر میں شرکت

زیارت اربعین اور اس کے لیے پیدل سفر اہل بیت پیغمبر ﷺ کی سنت ہے۔ یہ سنت دور حاضر میں زور پکڑتی جارہی ہے۔اس سنّت حسنہ کے احیاء اور اجراء کے لیے تمام مؤمنین خاص کر علمائے دین اور طلاب کرام کو خصوصی دلچسپی لینی چاہئے کیونکہ روایات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو حج و عمرہ سے بالاتر گردانتے ہوئے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

زيارة الحسين تعدل مائة حجة مبرورة و مائة عمرة متقبلة -(كشف الغمة فى معرفة الأئمة ،ط القديمة ؛ج ۲؛ص ۴۱)امام حسینؑ کی زیارت سو مقبول حج اور سو مقبول عمرہ کے برابر ہے۔

دوسری روایت میں صادق آل محمدؑ زیارت حسینؑ کو واجب قرار دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

زيارة الحسين بن على ع واجبة على كل من يقر للحسين بالإمامة من الله عز و جل-(كشف الغمة في معرفة الأئمة، ط القديمة، ج ۲، ص ۴۱) حسینؑ کی امامت کا اقرار کرنے والے ہر شخص پر آپ کی زیارت واجب ہے۔

معتبر روایت میں آیا ہے کہ ثروت مند افراد سال میں تین بار اور فقراء سال میں کم از کم ایک بار امام حسینؑ کی زیارت کے لیے کربلا جائیں۔امام حسن عسکریؑ نے مؤمن کی پانچ علامات میں سے ایک زیارت اربعین ہے۔

علامات المؤمن خمس: صلاة الخمسين، و زيارة الاربعين، و التختم فى اليمين، و تعفير الجبين و الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ۰(وسائل الشیعہ، ج ۱۰ص ۳۷۳، التھذیب، ج۶ص ۵۲)

ہماری ذمہ داریوں میں سب پہلی یہ ہے کہ ہم امام حسینؑ کی زیارت کو عظیم سے عظیم تر اور بارونق انداز میں بجالائیں۔ زیارت اربعین شعائر اللہ میں سے ایک ہے۔ لہذا اسے باشکوہ انداز میں منعقد کرنا ہم سب کا فرض ہے۔دوسری طرف اس مقدس سفر کے آداب کی رعایت کرنا واجب ہے مثلاً زائرین کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا، اول وقت میں نماز کی ادائیگی، کثرت سے صلوات پڑھنا، ذکر پڑھتے رہنا وغیرہ اور آداب زیارت کی رعایت۔

۲: ثقافتی کاموں کو اہمیت دینا

زیارت امام حسینؑ فقط ایک عبادت نہیں بلکہ اس کی کئی جہات ہیں۔ان میں سے ایک اہم پہلو دنیا کے مختلف ملکوں سے آئے ہوئے زائرین کو مذہبِ اہل بیت کی انسان ساز ثقافت سے آشنا کرنا ہے کیونکہ امام حسینؑ سے بڑھ کر کوئی اور وسیلہ نہیں ہے جس کے

ذریعے لوگوں کو توحید، عدل، نبوت، امامت، معاد، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، خمس، امر بمعروف، نہی از منکر، تولا و تبرا اور دیگر ضروریات دین کے بارے میں بتایا جائے نیز واجبات کی اہمیت اور بجاآوری کی ضرورت کے متعلق لوگوں کی معرفت میں اضافہ کیا جائے۔ یہ امور ہزاروں مساجد بنانے، بے شمار کار خیر بجالانے اور لاکھوں فقراء کی مدد کرنے سے بھی زیادہ موثر ہے۔ یہ بہت کم وقت اور نہایت قلیل خرچ کے ساتھ بے شمار لوگوں کے قلب وروح پر گہرا اور جادوانہ اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔

ثقافتی سرگرمیوں میں سے بعض یہ ہیں: ۱۔ مجالس حسینیؑ کا انعقاد۔ ۲۔ خوبصورت روایت گری۔ ۳۔ شیعہ مذہب کے اہم ترین واقعات کو کارٹونز کی شکل میں رائج کرنا۔ ۴۔ امام حسینؑ کے گہربار کلمات پر مشتمل بینرز نصب کرنا۔ ۵۔ علماء ومراجع عظام اور شہدا کی تصاویر کی نمائش۔ ۶۔ بچوں کے ل درمیان پینٹنگ کے مقابلے۔ ۷۔ کوئز مقابلے۔ ۸۔ پمفلٹس شائع کرکے تقسیم کرنا۔ ۹۔ واقعہ عاشورا اور اربعین کی اہمیت کے متعلق روایات پر مشتمل تحقیقی میگزینوں کی اشاعت۔ ۱۰۔ ہر کیمپ میں معمم عالم دین کا وجود۔ ۱۱۔ اوّل وقت کی نماز باجماعت۔ ۱۲۔ احکام شرعیہ کا بیان۔ ۱۳۔ ادعیہ وزیارات کو خوبصورت اور جذاب انداز میں پڑھنا وغیرہ۔

۳: اربعینی ثقافت کی نشرو اشاعت

میڈیا پیغام رسانی کا بہترین وسیلہ ہے۔ ہمارے دشمن اس وسیلے کو ہمارے ہی خلاف نہایت خطرناک انداز میں استعمال کر رہا ہے۔ طاغوت اور ان کے اشاروں پر چلنے والے بے دین حکمران مسلمانوں میں افتراق وختلاف کا بیج بوکر اپنے سیاہ کرتوتوں سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے میڈیا پر ہمارے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں۔ نجف اشرف سے کربلائے معلی تک متصل پیدل چلنے والے کروڑوں انسانوں کے اس سیلاب کا دنیا کی میڈیا پر کہیں بھی تذکرہ نہیں ہوتا، بلکہ دشمن اس بے نظیر اجتماع پر پردہ ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ وہ حتی الامکان اسے چھپاتے ہیں، کیونکہ یہ عظیم اجتماع دنیا بھر کے ستمگر، بے غیرت، بے دین اور ہوا و ہوس کے اسیر حکمرانوں نیز انسانی اقدار سے بے خبر اور عوام کا خون چوسنے والے مفاد پرست ٹولے کے خلاف سراپا احتجاج اور ان سے اظہار بیزاری کا نام ہے۔ اسی لیے وہ دنیا کے سب سے بڑے اجتماع کو میڈیا کی زینت بنانے سے کتراتے ہیں۔ اس لیے ہمارے درمیان بہت سارے ماہر اور تربیت یافتہ گروہوں کو موجود ہونا چاہیے جو عشق حسینی میں کربلا کی طرف بڑھتے عوامی سمندر کو کوریج دیں، پیغام کربلا، صدائے حق اور لبیک یا حسینؑ کی آواز کو پوری دنیا کے انسانوں تک پہنچائیں تا کہ حق کے متلاشیوں اور حقیقت کی جستجو کرنے والوں تک پیغام عاشوراء پہنچانے میں کوتاہی نہ ہو۔

اربعین کا پیدل سفر اپنی تمام تر زیبائی وخوبصورتی کے ساتھ ساتھ ایک بہترین فرصت ہے کہ ہم جدید اسلامی تمدن کو ملموس انداز میں میڈیا کے ذریعے دنیا تک پہنچائیں۔ اس عظیم موقع سے استفادہ کرتے ہوئے ہمیں امام حسین علیہ السلام کے انسان ساز قیام کے اہداف کو سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے دنیا کو دکھانا چاہیئے۔ میڈیا کو چاہیے کہ اربعین واک کے صرف عاطفی اور احساساتی پہلو پر توجہ مرکوز رکھنے کی بجائے اربعین کے اہداف، اربعین کی خصوصیات، زیارت کے ثواب، قیام امام حسینؑ کے مقاصد، آپؑ کے دشمنوں کے سیاہ کرتوتوں اور راہِ ہدایت کی نشاندہی کی جائے۔ علاوہ ازیں بلند اسلامی اہداف کے حصول کے لیے جان ومال اور

اولاد کی قربانی، شہدائے کربلا کے ایثار و فداکاری کے جذبہ جیسے بے شمار حسین و جمیل پہلوؤں کو بھی روشن کیا جائے۔ شہادتِ حسینی نے اپنی طویل تاریخ میں اپنی بقا و استمرار میں کبھی خلل آنے نہیں دیا۔ عاشقان حسینی نے کبھی ہاتھ پاؤں کٹوا کر، کبھی عزیز و اقارب کی قربانی دے کر، کبھی چھپ کر اور کبھی کھلے عام اباعبداللہ امام حسینؑ کی زیارت کا سلسلہ جاری و ساری رکھا ہے۔

میڈیا کو چاہیے کہ قیام کربلا کے ان خوبصورت پہلوؤں کو بھی اپنے پروگراموں کی زینت بنائے۔

۴: امام عصرؑ کے ظہور کا راستہ ہموار کرنا

اربعین کے اس عظیم اجتماع میں منتقمِ آلِ محمد حضرت امام مہدی ارواحنالہ الفداضرور تشریف لاتے ہیں۔ آپ اپنے ظہور کی سختیوں اور امّت کی مظلومیت دیکھ کر اپنے جدّ بزرگوار امام حسینؑ کے روضہ اطہر پر گریہ کرتے ہوں گے۔ پس کیوں نہ ہم ان کے ظہور اور عافیت کے لیے دعا و گریہ کریں۔ اہدافِ عاشوراء کی تکمیل آپؑ کے بابرکت ظہور کے ساتھ منسلک ہے۔ اس لیے اربعین کے بے نظیر اجتماع کے دوران بعض کیمپوں اور خیموں کو امام مہدیؑ کے وجود مقدس، ظہور بابرکت، ظہور کی علامات، ظہور کے بعد کے حالات و واقعات، عالمی حکومت، عدل و انصاف کے قیام کے دور، ستمگروں کے انجام، آپؑ کی عادلانہ عالمی حکومت کی کیفیت اور اس کے خدو خال وغیرہ سے مربوط احادیث کی تشریح و تحلیل کے لیے مختص کیا جانا چاہیے کیونکہ عالمی عادلانہ نظام سے خوفزدہ دشمنوں کی طرف سے امام مہدیؑ کی ولادت، ظہور، آپ کے امام عسکریؑ کا فرزند ہونے، دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرنے نیز ظالموں اور خونخواروں کی حکومتوں کا قلع قمع کرنے کے بارے میں ہزاروں قسم کے شبہات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ یوں مؤمنین کے ذہنوں کو مشوّش کرنے کے لیے اقسام وانواع کے شبہات پیدا کیے گئے ہیں۔

۵: اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنا

اربعین حسینی کے بے مثال اجتماع میں متعدد ممالک، مختلف زبانوں اور مختلف ادیان و مذاہب کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ حسین بن علیؑ کے عشق نے ان سب کو ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ دنیا کا امن دگرگون ہونے کے بعد، فرقہ پرستی کے گرداب میں پسنے کے بعد، قوم، زبان اور علاقہ پرستی کے دلدل میں پھنس جانے کے بعد، ایک دوسرے کی تکفیر کا مزہ چکھنے کے بعد، دین و مذہب کے نام پر لاکھوں انسانوں کو بے جرم و خطا نابود کرنے کے بعد نیز دھماکوں اور خودکش حملوں کی بھیانک تباہی کے بعد اب انسانوں کو امام حسینؑ کی زیارت اربعین کی شکل میں اتحاد و یکجہتی کا عظیم پلیٹ فارم ہاتھ آیا ہے۔ اسے دیکھ کر مشرق و مغرب کے طاغوتوں اور ان کے پیروکاروں پر وحشت و دہشت طاری ہو چکی ہے۔ دشمن آئے روز اتحاد کے اس عظیم محور کو خراب کرنے، دوسرے فرقوں کے مقدسات کے خلاف غلیظ زبان استعمال کروا کر ایک دوسرے کا جانی دشمن بنانے، اور نوخیز اسلامی تمدن کو ابتدائی مرحلے میں ہی تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اب امام حسینؑ کی ذات ہی ایسی ہے کہ ہر انسان آپؑ کے عشق و محبت میں اربعین کے ایام میں ٹھاٹھیں مارتے انسانی سمندر میں غوطہ زن ہونے کے لیے بے تاب نظر آتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نقطہ وحدت و اتحاد ہے۔ اس لیے ہمیں ہر اس چیز سے اجتناب کرنا چاہیے جو ہمارے درمیان اختلاف و تفرقے کا باعث بنے۔ ہمیں مشترکات اور عواملِ اتحاد کی رعایت کرتے ہوئے آپس میں محبت

واحترام، ایثار وفداکاری، عزت ومہربانی اور عطوفت ورحم لی سے پیش آنا چاہیے، تاکہ دنیا ہمارے کردار اور آداب دیکھ کر خود امام حسینؑ کے مقدس اہداف کے بارے میں غور وفکر کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اگر ہم امام حسینؑ کے عشق میں بے تاب بعض افراد کے مذہب کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کریں یا ان کی مذہبی شخصیات کی توہین کریں یا ان کے مقدساتِ مذہب کے خلاف نازیبا زبان استعمال کریں تو یقیناً ہم امام حسینؑ کے اہداف کے خلاف دشمن کا آلہ کار بنیں گے۔ اسلام اور ہمارا مذہب اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ہم آپس میں دست و گریباں ہوں اور دشمن کے اہداف کے حصول میں ان کے معاون ومددگار ہوں۔

لہذا ایسے عوامل واسباب کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے جو تفرقے اور دنگا فساد کا سبب بنیں۔

اربعین مارچ کے دوران سر درد سے بچنے کے لئے طبّی مشورے

انجمن ہلال احمر نے اعلان کیا ہے کہ اربعین مارچ میں شرکت کرنے والے سر درد سے بچنے کے لئے ایک لیٹر پانی پینے کے لئے اپنے ہمراہ رکھیں۔

دھوپ کی تیز روشنی سے بچنے کے لئے سن بلاک کریم، دھوپ کا چشمہ اور چھتری یا ٹوپی استعمال کریں۔

ایک عدد لیمو کو تھوڑا نمک یا چینی میں ملا کر بوتل کے پانی میں مخلوط کریں اور دن کو وقفے وقفے سے پئیں۔ یہ مشروب بدن میں پانی کی کمی کو پورا کرے گی۔ اس مشروب کو پینا کمزور زائرین مثلاً خواتین، بچے اور بوڑھوں کے لئے بہت مفید ہے کیونکہ بدن میں پانی کی کمی کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ وٹامین سی کو بھی کم ہونے نہیں دیتی ہے جس سے بخار اور انفلوئنزا سے حفاظت ہوتی ہے۔

یاد رکھئے کہ سر درد سے بچنے کے لئے بدن میں پانی مطلوبہ مقدار میں ہونا ضروری ہے۔

علاوہ ازیں درد شقیقہ اور دیگر اقسام کے سر درد کو روکنے کے لئے بھوک سے بچانے والی ہلکی غذائیں مثلاً بسکٹ اور کھجور اپنے ساتھ رکھیں۔ بھوک کی وجہ سے سر درد میں مبتلا افراد کی بیماری سر اٹھانے لگتی ہے۔

اربعین اور احساس ذمہ داری

حافظ سید شرافت موسوی

سید الشہدا کا عظیم الشان چہلم، اس دوران مومنین خصوصاً عراقی مومنین کا جذبہ خدمت عصر حاضر کا ایک معجزہ ہیں۔

ایسا کیوں نہ ہو، حسین جیسے عظیم رہبر و پیشوا نے اپنی لازوال قربانی کے ذریعے انسانیت کو ایک بار پھر حیات نو عطا کی تھی۔

اربعین انسانی تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہے جو بقائے اور شرف انسانی کا قیمتی ترین سرمایہ ہے۔ اس لیے ہر اس شخص کا (جو حسین سے عشق و مودت رکھتا ہو) اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ اربعین کی اہمیت کو سمجھے۔ امام حسن عسکری (ع) نے ایک حدیث میں "مومن" کی پانچ علامات کا ذکر کیا ہے اور زیارت اربعین کو ان میں سے ایک قرار دیا ہے۔ علامات المومن خمس: صلاۃ احدی و خمسین --- و زیارۃ الاربعین [۱]

۵۱ رکعت نماز ادا کرنا، زیارت اربعین، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، نماز میں پیشانی کو خاک پر رکھنا اور نماز میں "بسم اللہ" کو بلند آواز سے پڑھنا۔

ہر چیز کی اہمیت جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کی معرفت بھی اتنی ہی ضروری ہوتی ہے۔

اعاشقان اربعین میں ایک عجیب و حیرت انگیز ولولہ، عشق اور جذبہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہزاروں لوگ زائرین کی خدمت کر رہے ہیں، گھروں میں دعوتیں دی جا رہی ہیں، کروڑوں اربوں نذر و نیاز پر خرچ کر رہے ہیں۔ کھانے کا انتظام ہو رہا ہے، زائرین کے استراحت کا اہتمام ہے، خواتین سے لے کر جوان، بوڑھے حتی کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی کاروان عشق کی خدمت میں سب کچھ لٹا رہے ہیں۔

(شہید کربلا کا ایک بیٹا شام کے زندان سے چھوٹ کر سرزمین کربلا کی جانب گامزن ہے۔ ایک بہن اپنے بھائی کے چہلم کے لیے کربلا پہنچ رہی ہے۔ ایک قافلہ ہے جو دھیرے دھیرے کربلا کی طرف رواں دواں ہے۔) اسی کاروانِ عشق کے ساتھ ہم بھی آنکھوں میں اشکوں کا دریا لیے، سوگوار فضاؤں میں لبیک یا حسین، یا مظلوم حسین کی صدا بلند کرتے ہوئے کربلا پہنچ رہے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لیے ہے کہ اربعین تجدید عہد، عہد وفا اور ذمہ داریاں ادا کرنے کے جذبے کا نام ہے۔

اربعین حسینی جہاں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کا بہترین موقع ہے وہاں اس بات کا سبب بھی ہے کہ ہم واقعہ کربلا کے پیش نظر یہ بھی سمجھیں کہ آج کی کربلا میں ہم کہاں کھڑے ہیں اور سید الشہداء کا ہم سے مطالبہ کیا ہے؟

واقعہ کربلا ایک ابدی تحریک ہے، جو اپنے محرکات و مقاصد کے پیش نظر اسلام کی طویل تاریخ میں حق کے متلاشی افراد کے لیے ایک زندہ و جاوید درس گاہ ہے۔ اس کے وقوع سے لے کر اب تک ہر ایک نے اپنے اپنے حساب سے اس سے مثبت نتائج اخذ کئے

ہیں۔ جس قدر لوگ کربلا کی پناہ میں آتے گئے، اتنا ہی ان کے عزم میں اضافہ ہوتا گیا، ان کا وقار بڑھتا گیا اور ان کی شان و شوکت ہمہ گیر ہوتی چلی گئی۔ اس کی ایک مثال امام حسین علیہ السلام کا چہلم ہے۔ یہ نہ صرف ہر سال گزرے ہوئے سال سے زیادہ عظمت کے ساتھ منعقد ہوتا ہے بلکہ اربعین میں لوگ پہلے سے زیادہ عزم و ہمت کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے حضور تجدید بیعت کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ وقار کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنے وجود کا احساس دلاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہر ایک کے اندر ایک ذمہ دار عزادار ہونے کا احساس جاگتا ہے۔ امام خمینی (رہ) سے لے کر علامہ طباطبائی و شہید مطہری جیسے مفکرین اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ سید الشہداء علیہ السلام نے جب یزیدی حکومت کا حد درجہ انحراف دیکھا تو اس کے مقابلے میں آپ کا ردعمل حقیقت میں اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی شرعی ذمہ داری کو تشخیص دیتے ہوئے نہ صرف یہ کہ بروقت ردعمل کا اظہار کیا بلکہ کوشش کی کہ دوسرے لوگ بھی اپنی شرعی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ان کی ادائیگی کے لئے آگے قدم بڑھائیں۔[۲]

امام خمینی (رہ) نے تو بہت ہی واضح الفاظ میں بیان کر دیا کہ سید الشہداء علیہ السلام نے جو کچھ کیا، وہ اپنی ذمہ داری پر عمل تھا، آپ اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا چاہتے تھے اور آپ نے اپنی شرعی ذمہ داری پر عمل بھی کیا۔[۳] امام خمینی (رہ) نے یزید کے خلاف امام حسین علیہ السلام کے قیام کو آپ کی شرعی ذمہ داری کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے یہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح امام علیہ السلام یزید جیسے ظالم کے سامنے کھڑے ہونے کو اپنا فریضہ سمجھتے تھے، ویسے ہی ہمیں بھی اپنے وقت کے یزیدوں کو پہچانتے ہوئے ان کے مقابل اٹھ کھڑے ہونے کا عزم رکھنا چاہیے۔ چونکہ امام حسین علیہ السلام کی سیرت تمام مسلمانوں خاص طور پر شیعیان حیدر کرار کے لئے نمونہ عمل ہے لہذا آپ کی سیرت کو دیکھ کر ہر انسان کے اندر احساس ذمہ داری جاگنا چاہیے۔ ایسا نہیں ہے کہ یزید صرف ۶۱ ہجری میں تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور بات ختم ہو گئی۔

ہر دور کی حسینیت کا تقاضا ہے کہ زمانے کی یزیدیت کے خلاف اٹھے اور اسے ذلیل و رسوا کرتے ہوئے پرچم حق بلند کرے۔ یہاں پر جو بات اہم ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کے وجود کے اندر ذمہ داری کا احساس بیدار ہو۔ جب انسان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے تو وہ ہر کام سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اس کا کام مرضی الہیٰ کے مطابق ہے یا نہیں؟ وہ تمام تر شرعی جوانب کو مد نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ وہ زندگی کے امور میں اپنی ذات کو لے کر نہیں سوچتا بلکہ خدا کو محور قرار دے کر سوچتا ہے اور خدا محوری کا جذبہ ہی کسی عمل کے ترک یا اس کی انجام دہی کا محرک قرار پاتا ہے۔[٤]

امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی محرک کو مختلف مقامات پر بیان کرتے ہوئے اس بات کی کوشش کی ہے کہ امام کی شہادت کو آپ کے احساس ذمہ داری کے ساتھ جوڑ کر موجودہ دور میں شہادتوں کے محرک کی وضاحت کریں۔ تاکہ ظلم و ستم کے سامنے سوئے ہوئے ضمیروں کو بیدار کریں۔ اایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"سید الشہداء نے خود پر لازم جانا کہ اٹھ کھڑے ہوں اور شہادت کے درجے پر فائز ہوں اور یوں، امیر شام اور اس کے بیٹے کے آثار کو صفحہ روزگار سے مٹا ڈالیں۔[۵]

اسی احساس ذمہ داری کو ایک اور مقام پر امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

"سید الشہداء نے خود پر ضروری جانا کہ اس فاسد طاقت کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائیں۔ آپ نے واجب جانا کہ جہاں ضروری ہو وہاں قیام کریں اور اپنا لہو دیں، تاکہ یزید کا پرچم سرنگوں ہو سکے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور سب کچھ ختم ہو گیا۔[۶] جب انسان حق کی سربلندی کے لئے، احیائے دین کے لئے اٹھ کھڑا ہو، نفاذ عدالت کے لئے کھڑا ہو، بدعتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و برکات کو محو ہونے سے بچانے کے لئے اٹھے، ولایت کے دفاع کی خاطر اٹھے تو یقیناً اس کے سامنے مشکلات بھی آئیں گی اور پریشانیاں بھی، لیکن جو کچھ بھی اس کے مقدس ہدف کے تحت اسے ملے گا، وہ سب اس بات پر موقوف ہے کہ وہ کسی بھی بات کی پرواہ کیے بغیر اپنی ذمہ داری ادا کرے اور بس۔ ایسے میں وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ زمانہ خراب ہے، ماحول سازگار نہیں ہے، ہمارا کیا ہو گا وغیرہ۔

رہبر انقلاب اسلامی اسی سلسلے میں اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

اگر امام حسین علیہ السلام اپنے سامنے آنے والے دشوار حالات اور تلخ حوادث کو عام لوگوں کی نظر سے دیکھتے، مثلاً جناب علی اصغر (ع) کی شہادت، اہل حرم کی اسیری، بچوں کی تشنگی، جوانوں کا شہادت، ان تمام چیزوں کو شریعت پر عمل کرنے والے عام انسان کی طرح دیکھتے تو آپ کو اپنی حقیقی ی ذمہ داری کو بھلا دینا چاہیے تھا اور قدم قدم پر "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت پیچھے کی طرف قدم بڑھانا چاہیے تھا اور یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ سب میری ذمہ داری نہیں۔ لیکن امام علیہ السلام نے سخت ترین حالات میں بھی اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اپنی شرعی ذمہ داری کی ادائیگی پر اصرار کیا کیونکہ انسان کے عقیدے اور دین کی اہمیت اس کی آبرو، مال، جان اور ناموس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس قسم کی صورتحال میں اپنی دینی ذمہ داری کی ادائیگی کا احساس اور اس سلسلے میں آپ کا موقف آپ کی روحانی طاقت اور دینی بصیرت سے مربوط ہے۔[۷]

شہید کا کردار ہمارے لیے درس ہے۔ لہذا ہم اربعین اس طرح منعقد کریں تاکہ شہادت و مظلومیت کے بارے میں عصر حاضر اور آنے والی نسلیں آگاہ ہو سکیں۔ شہید باعث درس اور وہ نمونہ عمل ہے جس کا خون تاریخ کے ہر دور میں جوش مارتا اور بہتا چلا جاتا ہے۔ کسی قوم کی مظلومیت صرف اس وقت ملتوں کے ستم کشیدہ زخمی پیکر کو مرہم لگا کر ٹھیک کر سکتی ہے جب اس کی مظلومیت فریاد بن جائے اور اس مظلومیت کی آواز دوسرے انسانوں کے کانوں تک پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ آج چھوٹی بڑی طاقتوں نے شور و غل مچار کھا ہے تا کہ ہماری آواز بلند نہ ہونے پائے۔ اسی وجہ سے وہ تیار ہیں کہ چاہے جتنا زیادہ سرمایہ خرچ ہو جائے مگر دنیا یہ نہ سمجھ پائے کہ جنگ کیوں شروع کی گئی اور کس محرک کے تحت چھیڑی گئی؟ اس دور میں بھی استعماری طاقتیں آمادہ تھیں کہ چاہے جتنا سرمایہ لگ جائے مگر خون حسین (ع) اور شہادت عاشوراء کی یاد ایک درس بن کر اس زمانے کے لوگوں اور بعد کی ملتوں کے اذہان میں نہ بیٹھنے پائے۔ وہ ابتداء میں نہیں سمجھ پائے کہ مسئلہ کتنا باعظمت ہے مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا لوگ زیادہ سے زیادہ سمجھنے لگے۔

چہلم سے جو ہمیں درس لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ شہادت کی حقیقت کو دشمنوں کی تبلیغات کے طوفان کے مقابلے میں زندہ رکھنا ہے۔ جس طرح دشمنوں نے جنگ کے خلاف بھرپور پروپیگنڈا کیا تھا۔ وہ جنگ جو عوام کی عزت اور حیثیت اور ملک و اسلام کی حفاظت اور ان کے دفاع کی خاطر تھی۔

امام حسینؑ کا شعار
آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ

امام حسینؑ کا شعار حیات بخش ہے: "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اسْتَجِیبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیکُمْ۔۔۔" "اے ایمان والو اللہ و رسول کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس امر کی دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔" (انفال: ۲۴)

اباعبداللہ ایک مصلح ہے۔ یہ آپ خود کے مستقبل کی تعبیر ہے: "میں طغیان، سرکشی، فساد پھیلانے اور ظلم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے جد کی امت کی اصلاح کیلئے نکل رہا ہوں اور اپنے اب وجد کی سیرت پر چل رہا ہوں۔"

حضرتؑ نے یہ جملہ اس خط میں لکھا جو آپ نے وصیت نامہ کے طور پر اپنے بھائی محمد حنفیہ کو لکھا تھا کہ جو معذور تھے، حسینؑ کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے، ان میں حسینؑ کے رکاب میں رہنے کی قدرت نہیں تھی۔ امامؑ نے یہ وصیت نامہ ان کے سپرد کیا تاکہ دنیا ان کے نہضت و قیام سے آگاہ ہو۔

حسینؑ نے فرمایا: اے دنیا والو! میں دوسروں جیسا نہیں ہوں میرا انقلاب اس لئے نہیں کہ خود کسی امتیاز کو پہنچوں، کوئی مال و دولت ہاتھ آئے۔ آج سے پوری دنیا جان لے کہ (یہ خط مدینہ میں لکھا) میں امت کی اصلاح چاہتا ہوں میں سیرت علیؑ زندہ کرنا چاہتا ہوں۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اطہارؑ نے کیوں اتنی تاکید کی کہ عاشورا زندہ رکھیں؟ کیوں اتنا اجر و ثواب عزاداری کے لئے بیان کیا؟ آیا یہ اجر و ثواب اسی عزاداری کے لئے ہے جس نوعیت کی ہم اپنے ماں، باپ کے مرنے پر کرتے ہیں چونکہ ہمارے مرنے کی کوئی اہمیت نہیں۔ نہ کوئی فکر، نہ کوئی ہدف ہے، ائمہؑ نے اس جہت سے عاشورا زندہ رکھنے کو کہا ہے تاکہ عاشورا سے صرف حسینؑ نہیں بلکہ مکتب زندہ رکھ سکیں۔ اس مکتب کا نمونہ (ماڈل) حسینؑ ہیں۔ حسینؑ ایک فکر کی صورت میں زندہ ہیں۔

ہر سال محرم کا چاند دیکھتے ہی تمام فضا میں شخصیت حسینؑ کی آواز سنائی دینی چاہئے: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جا رہا، ان حالات میں ہر مومن کا فرض ہے کہ شہادت کے لئے تیار ہو جائے تاکہ لوگوں میں حق اور حقیقت کے ذریعے حیات، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اسلامی معاشرے کے مسائل کے بارے میں شعور پیدا ہو جائے۔"

اربعینِ حسینی: امام حسین کے ساتھ تجدید عہد کا دن

شیخ بشیر صادقی

مکتب اہل بیت کے پاس غدیر، عاشورا اور اربعین جیسی انسان ساز، محکم اور مضبوط آئیڈیالوجیز موجود ہیں۔ ان کے ذریعے ہم انسانی تخلیق کے اصل ہدف اور مقصد تک آسانی کے ساتھ پہنچ سکتے ہیں۔ انہی محکم خدائی نظریات کی وجہ سے مذہب اہل بیت کو دیگر تمام مکاتب فکر کی نسبت ممتاز اور منفرد مقام حاصل ہے نیز فکری طور پر مضبوط اور مدلل اعتقادات کا حامل ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ اسلامی آئیڈیالوجی کا ناقابل شکست ہونا اس کی طاقت کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے تاریخ میں ہمیشہ اس مکتب کی اقلیت بھی باطل کی اکثریت پر غالب رہی ہے اور باطل اپنی تمام تر ناپاک سازشوں کے باوجود مغلوب اور شکست سے دوچار رہا ہے جبکہ حق اور اس کے پیروکار ہمیشہ تمام تر مشکلات کے باوجود فتح یاب اور سربلند رہے ہیں۔

یہ درس اس مکتب کے ماننے والوں کو عاشورا ہی سے ملا ہے جہاں مضبوط دینی اعتقاد اور اخلاص کے نتیجے میں کم افراد کا خون کئی ہزار کی تعداد پر مشتمل لشکر کی تلواروں پہ غالب آیا ہے۔ علی کی بہادر بیٹی نے اپنے بھائی کے یتیموں کے ساتھ اسارت کی سختیوں اور اپنے عزیزوں کی ناقابل برداشت شہادت اور دردناک مصائب کے باوجود آل امیہ کی ظاہری فتح اور ان کی خوشی و شادمانی کو اپنے دشمن شکن خطبوں کے ذریعے پاؤں تلے روند ڈالا اور یزید کو اس کے اپنے دربار میں ہی ذلیل و رسوا کر کے قیامت تک کے لئے بنی امیہ اور یزیدیت کے منحوس چہرے کو انسانیت کے سامنے بے نقاب اور نمایاں کر دیا۔ اس حق گوئی کے نتیجے میں رہتی دنیا تک حسین علیہ السلام اور حسینیت زندگی کا استعارہ ہیں جبکہ یزید اور یزیدیت ذلت آمیز موت کا استعارہ ہیں۔ یوں حق و باطل میں واضح لکیر کھنچ گئی۔

لیکن حسینی جوانوں کو اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ان حقائق سے آگاہی حاصل کریں کہ ہم ہر سال عاشورا اور اربعین کیوں مناتے ہیں؟ نیز ہم اس قدر غدیر کو اہمیت کیوں دیتے ہیں؟

ان باتوں کے فلسفے کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود واقعہ عاشورا کے مقصد کو جان لیں اور خود اس قیام کے فلسفے کو جاننے کی کوشش کریں جسے مظلوم کربلا نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا۔ آپ نے امت محمدی کو اس تحریک کی حقیقت کی طرف متوجہ کرانے اور سوئی ہوئی امت کو جگانے کی بھرپور کوشش کی۔

اگر ہم ان اہداف کو ذہن میں رکھیں تو معلوم ہوگا کہ اربعین حقیقت میں آزاد، باضمیر اور حق پرستوں کا اپنے امام کے ساتھ تجدید عہد کا دن ہے۔ اسی لیے وہ ہر سال اپنے امام کے پاس نجف سے کربلا پیدل چل کر جاتے ہیں اور یہ عہد کرتے ہیں کہ:

اے میرے مولا! ہم اس وقت نہیں تھے جس وقت آپ یزیدی فکر سے ٹکرا کر ظالموں کی نابودی، دین کی بالادستی، کفر و الحاد اور شرک سے اسلام کو نجات دینے اور قیامت تک کے لئے دین اور دینداری کے اصل چہرے سے دنیا کو روشناس کرانے جبکہ باطل اور

اہل باطل کے سیاہ چہرے سے پردہ اٹھانے کے لئے کربلا کی طرف نکلے تھے۔ اس وقت آپ نے اس راہ میں مدد کے لئے پکارتے ہوئے ھل من ناصر ینصر نا؟ ھل من مغیث یغیثنا؟ ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ؟ کی صدا بلند کی تھی۔ آپ کی صدا پر چند محدود افراد کے علاوہ کسی نے لبیک نہیں کہا۔ لیکن اسی محدود لشکر کے ساتھ آپ نے ہزاروں یزیدی لشکر کا مقابلہ کیا اور رہتی دنیا تک کے لئے حق و باطل کے درمیان اپنے اور اپنے عزیزوں کے خون سے لکیر کھینچ لی۔

ہم آپ کے ساتھ تجدید عہد کرتے ہیں کہ ہم اسی راہ کو جاری رکھیں گے۔ ہم تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں لیکن حسینی راہ پر چلتے ہوئے ہر زمانے کے یزیدوں اور یزیدی فکر کے ساتھ ٹکرا جائیں گے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کریں گے۔ ہم قربانیاں دیں گے۔

یہ سلسلہ ۶۱ ہجری سے لے کر اب تک چلا آرہا ہے۔ آج بھی دنیا میں ایک طرف حسینی خیمہ گاہ برپا ہے جو لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلا رہا ہے۔

اس خیمہ گاہ سے سماج میں اسلامی نظام کی ترویج، عدل کے اجراء، فسق و فجور اور ظلم و بربریت کے خلاف جنگ اور مستضعفین جہاں کی حمایت اور مدد کے لئے آئے روز ھل من ناصر کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ دوسری طرف یزید اور یزیدی لشکر گاہ سے یزیدی فکر پروان چڑھ رہی ہے اور یزیدیت سر اٹھا رہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حسین ابن علی علیہما السلام نے مثلی لا یبایع مثلہ کہہ کر صرف ایک یزید نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام یزیدوں، یزیدیوں اور یزیدی افکار کی مخالفت کی تاکہ ہماری ذمہ داری بھی مشخص ہو جائے اور ہر زمانے میں آنے والے حسینی اسی فکر کو مشعل راہ قرار دیتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں پر عمل پیرا ہو جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ نے امام حسینؑ کی زیارت کی خصوصی تاکید کی ہے جسے محدثین نقل کیا ہے، بالخصوص صاحب وسائل کی تعبیرات تو بہت ہی اہم اور عجیب ہیں۔ آپ زیارات کے ابواب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بابُ تاکداستحباب زیارت حسین ابن علی ووجوبھاکفایۃ

یعنی موصوف ان روایات سے زیارت امام حسین کے سنت مؤکدہ ہونے بلکہ واجب کفائی ہونے کا بھی استنباط کرتے ہیں۔ اسی الوسائل کے ۳۷ ویں باب میں ایک عجیب روایت بیان ہوئی ہے۔ معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق سے آپ کی خدمت میں اذن دخول چاہا۔ آپؑ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ نماز کی حالت میں ہیں۔ نماز کے بعد آپ نے کچھ دعائیں کیں اور آخر میں فرمایا: اے اللہ! مجھے اور میرے بھائیوں کو قبر حسین کی زیارت نصیب فرما۔ پھر آپؑ نے زوار امام حسین کی کچھ خاص خصوصیات بیان کیں اور فرمایا:

جو لوگ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور زحمتیں برداشت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس زیارت کے ذریعے رسول خداﷺ کے قلب مطہر کو راضی کریں یہ لوگ اپنے اس عمل کے ذریعے ہمارے دستور کی پیروی کرتے ہیں اور ہمارے دشمن کو غضبناک بھی کرتے ہیں۔

گویا امام حسینؑ کی زیارت میں تولی اور تبری دونوں موجود ہیں۔اس میں حق کی حمایت کا اعلان بھی ہے نیز باطل سے نفرت اور دوری کا پہلو بھی۔اس میں ظالموں، جابروں اور مستکبرین جہان کے خلاف صدائے احتجاج بھی ہے جبکہ اسلام اور مستضعفین کی حمایت اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار بھی۔

یہ تمام چیزیں حقیقت میں امامؑ کے قیام کے اہداف میں شامل ہیں۔ایک زائر بھی امامؑ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کی زیارت سے شرف یاب ہوتے ہوئے انہی اہداف کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنانے کا عہد کرکے امام کی صدا پر لبیک کہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ روایات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اس قدر تاکید ہوئی ہے۔خواتین کو ہمیشہ گھروں میں رہنے کی سفارش کی جاتی ہے لیکن زیارت امام حسین کے لئے ان کو استثنا حاصل نہیں بلکہ انہیں بھی سفارش کی گئی ہے کہ وہ زیارت امام حسین کے لئے جائیں تاکہ خواتین بھی جاکر کردارِ زینبی کا مطالعہ کریں۔اسلام کی حفاظت کے لیے زینب کبری اور دیگر خواتین کی قربانیاں دیکھیں اور واپس آکر ایسی اولاد کی تربیت کریں جو حسینی مشن کو معاشروں میں فروغ دے سکیں اور اہداف حسینی کی بقا اور ترویج کے لئے قربانیاں پیش کریں۔

زیارت کے لئے مشی کرکے پیدل جانے کا بھی بے حد ثواب نقل ہوا ہے۔امام صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

من خرج من منزله يريد زيارة قبرالحسين ابن علی ان كان ماشيا كتب الله له بكل خطوة حسنة ومحى عنه سيئة---

جو کوئی حسین ابن علی کی قبر کی زیارت کے لئے اپنی منزل سے پیدل نکلتا ہے خداوند اس کے ہر قدم کے بدلے ایک حسنہ لکھ دیتا ہے اور ایک گناہ محو کردیتا ہے۔

یہ سب ایک حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔وہ حقیقت امامؑ کے قیام کے اہداف سے عبارت ہے جس کی تکمیل کے لئے امامؑ نے اتنی بڑی قربانی دی۔

لہذا زائرین پر لازم ہے کہ آج اس عظیم اجتماعی عبادت میں حصہ لے کر اپنے آپ کو کربلا تک پہنچائیں اور حسین ابن علیؑ اور آپ کے باوفا اصحاب وانصار کے ساتھ تجدید عہد کریں کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں انہی کا مطیع رہتے ہوئے تمام اطراف واقشار عالم میں ان کا پیغام پہنچائیں گے۔زائروں کو چاہیے کہ ہر ظالم وجابر حکمران کے خلاف برسرپیکار رہتے ہوئے حق کی بالادستی کے لئے جدوجہد کرنے کا عہد کریں۔

خداوند متعال ہم سب کو راہ حسینی پر چلتے ہوئے آپ کے قیام کے اہداف کی راہ میں جدوجہد کرنے اور ہر دور میں حسین ابن علیؑ کی صدائے ہل من ناصر پر لبیک کہنے کی توفیق عطا کرے۔

اربعین اور اسیران کربلا کا تبلیغی کردار

شیخ اکبر ترابی

اربعین عربی زبان کا لفظ ہے جو چالیس کے عدد پر دلالت کرتا ہے۔ اسلامی روایات میں چالیس کے عدد کا ایک خاص مقام ہے ۔ مگر جب بھی کوئی اربعین کا لفظ سنتا ہے تو اس کا ذہن ایک مخصوص دن کی طرف جاتا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے (سنہ ۶۱ ہجری) اہل بیت اطہار علیہم السلام پر ظلم کے پہاڑ گرنے، عزیزوں سے جدائی، قتل ہونے اور اسیری کے المناک لمحات کی یاد دلاتا ہے۔ اربعین شہدائے کربلا و اسیران آل محمد کے ساتھ ظلم و ستم اور تمام انسانی اصولوں کی پائمالی کی دردناک داستان ہے۔

اہل بیت اطہار علیہم السلام ایک عظیم مقصد کی خاطر اٹھائیس ۲۸ رجب کو کاروان کی صورت میں امام حسین ابن علی علیہ السلام کی قیادت میں مدینہ سے اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں اور دس محرم کو کربلا کی سرزمین پر اترتے ہیں۔ یہ قافلہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک حصہ فرات (عراق کے مشہور دریا) کے کنارے کو آخری منزل قرار دیتا ہے اور اپنی ذمہ داری ادا کر کے ہمیشہ کے لیے خاک کربلا کو اپنا مسکن بنا لیتے ہیں۔ خدا کے نزدیک ان کی منزل کربلا اتنی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اسے صبح قیامت تک کے لیے آسمانوں اور زمین والوں کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔

جب امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب سمیت فرات کے کنارے کو دائمی مسکن بنا کر وہاں ہمیشہ کے لیے سفر کی تھکان سے چھٹکارا پا لیتے ہیں تو وہاں سے کاروان کی سالاری آپ علیہ السلام کے بیٹے علی ابن حسین اور بہادر بہن زینب علیہا السلام کو مل جاتی ہے۔ وہ آپؑ کے انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے کوفہ و شام کی اسیری میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہیں۔

اس کاروان کی اکثریت خواتین اور بچوں پر مشتمل ہے۔ ان کے اطراف میں عرب کے پست ترین، شقی ترین اور سفاک ترین انسان ہیں جنہیں نہ اس کاروان میں موجود ضعیف و ناتواں بیماروں پر رحم آتا ہے اور نہ وہ ان معصوم بچوں اور بچیوں کے سر پر دست شفقت رکھتے ہیں بلکہ ہر موڑ پر اپنی درندگی و پستی کا اظہار کرتے ہوئے اس قافلے کو مختلف بازاروں اور درباروں میں پھراتے ہیں۔

یہ کاروان اہل بیت ظاہراً اسیری کی حالت میں ہیں مگر اپنے خاندان کی شجاعت و بہادری کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔ امام زین العابدین اور سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبات آج بھی دائمی فتح کی علامت بن کر تاریخ کے اوراق پر موجود ہیں۔

اس کارواں کے نہ فقط بڑوں نے شجاعانہ سفر جاری رکھا بلکہ پورے سفر کے دوران کسی ایک بچے نے بھی کمزوری نہیں دکھائی۔ انہوں نے نہ کسی سے رحم و کرم کی التجاء کی اور نہ کسی سے بیچارگی کا اظہار کیا۔ اس کی مثال کوئی ایک نہیں بلکہ تاریخ ان مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

بہر حال اس کاروان کو کوفہ میں دربارِ ابن زیاد (دارالامارہ) میں اور شام میں یزید کے دربار میں لے جایا گیا جس کا مقصد اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی اور اپنی جیت کا اظہار کرنا تھا۔ لیکن وقت بہترین قاضی ہوا کرتا ہے۔ وقت نے آئینہ دکھا دیا کہ کون رسوا ہوئے اور کس کی جیت ہو گئی۔

جب یہ کاروان کوفہ کے دربار میں داخل ہوا تو اس دربار میں سونے کے تخت پر نشے میں مست ابن زیاد خوشی کے عالم میں سوال کرتا ہے کہ خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ کیا کیا اور تمہیں کتنا ذلیل کر دیا؟ اس وقت شجاعت حیدری کی مالکن نے جواب میں ایک تاریخ ساز جملہ کہا: "مارایتُ اِلّا جمیلاً" اسی ایک جملے نے ابن زیاد کی خوشی کو غم میں اور جیت کو شکست میں بدل کر، اس کے سارے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ یوں بنت علیؑ کوفہ کی فضا بدلنے میں کامیاب ہو گئی۔

اسی طرح دربار شام دربار کوفہ سے دوگنا زیادہ سجا ہوا اور مختلف مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اہل بیت علیہم السلام کو گھنٹوں انتظار کی اذیت سہنے کے بعد دربار میں داخلے کی اجازت مل گئی۔ اس دربار میں بھی یزید شراب کے نشے میں شعر و شاعری کے ذریعے کبھی اپنی جیت کے گن گاتا تو کبھی اپنے آباء واجداد کو بلاتا اور بدر کے کافرین کو خطاب کرتے ہوئے کہتا کہ آج میرے باپ دادا ہوتے تو مجھے شاباش کہتے۔ لَاَھلّوا واستاھلّوا فرحاً

مگر یزید کیا جانے کہ وہ کس کے سامنے منہ کھول رہا ہے؟ حضرت زینب علیہا السلام نے یزید کی باتوں اور طنزیہ کلمات کا وہی جواب دیا جو جواب معاویہ کو امیر المومنین نے دیا تھا: "اے معاویہ تمہارا یہ کہنا کہ تمھارے پاس میرے اور میرے اصحاب کے لئے تلوار کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو یہ کہہ کر تم نے رونے کو ہنسایا ہے۔ بھلا تم نے اولاد عبد المطلب کو کب دشمنوں سے پیچھے ہٹتے یا تلوار سے خوفزدہ ہوتے دیکھا ہے؟ (نہج البلاغہ، مکتوب ۲۹)

بنت حیدر کرار نے یزید کو لسان اللہ کے لہجے میں اور زبان علی سے خطاب کرنا شروع کیا تو انقلاب حسینی کی شعاعیں دربار یزید میں پھیلنا شروع ہو گئیں۔ آج بھی وہی شعاعیں برق رفتاری کے ساتھ ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔

حضرت زینب علیہا السلام نے ان تمام لوگوں کے سامنے یزید کی بادشاہت کی اصلیت دکھانا شروع کر دی اور ایسا خطبہ دیا کہ لوگوں کو علی کا بیان و لہجہ یاد آ گیا۔ آپ علیہا السلام نے فرمایا: اِنّی لاَستَصغِرُ

یہ ایسا جملہ تھا جس نے یزید کے غرور و تکبر کو سب کے سامنے مٹی میں ملا دیا۔

آپ کی بصیرت نے امام سجاد علیہ السلام کے فرمان کی تصدیق کر دی۔ آپ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا تھا: انکِ عالِمَۃ غیر معلمۃ۔

آج کے زمانے میں بڑے بڑے محققین پریشان ہیں کہ علی علیہ السلام کی بیٹی نے یہ چیلنج کیسے کیا: واللہ لا تمحوذ کرنا و تمیت وحینا۔ نہ تو تم ہمارے ذکر کو روک سکو گے اور نہ ہماری طرف ہونے والی وحی الٰہی کو مٹا سکو گے۔

بھلا الہام کی مالکن کے علاوہ ایسی گفتگو کون کر سکتا ہے؟

یزید نے اپنی بناوٹی سلطنت کے لیے خطرہ محسوس کیا اور اہلبیت علیہم السلام کو مدینہ واپس بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

جب حکم نامہ صادر کیا تو حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا: مجھے ابھی تک اپنے بھائی پر رونے نہیں دیا گیا ہے۔ ہمارے لیے اسی دربار میں جگہ فراہم کروتا کہ ہم دل کھول کر ماتم کر سکیں۔ اس طرح حضرت زینب نے عزاداری امام حسین علیہ السلام کی بنیاد رکھی اور پیغام عاشورا کو مزید پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ نے شام کی خواتین کو بنی امیہ کی اسلام دشمنی سمجھا کر ان کی سالہا سال کی محنت پر پانی پھیر دیا۔

اور جب قافلہ نعمان بن بشیر کی سربراہی میں مدینہ کی طرف جانے لگا تو حسین علیہ السلام کی بہادر بہن نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کربلائے معلی کی طرف لے جاؤ۔ یوں کاروان اہل بیت کا رخ کربلا کی طرف موڑ دیا گیا۔ عزاداری کے ساتھ اربعین حسینی کی ابتداء بھی حضرت زینب علیہا السلام نے کی اور اس میں اتنا خلوص تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرمان کے مطابق مومن کی پانچ علامتوں میں سے ایک علامت زیارت اربعین قرار پائی۔ کربلاء کی سرزمین پر پہنچ کر بنت علی نے سب سے پہلے اپنے بھائی کی قبر پر سر رکھ کر فریاد کی اور دشمنوں کے ایک ایک ظلم و ستم کو بیان کرنے لگی اور فرمایا:

بھیا! میں آپ کے مشن کو کامیاب بنا کر آئی ہوں۔

میں آپ کے دشمن کو رسوا کر کے آئی ہوں اور آپ کی عزاداری کی بنیاد رکھ کر پہنچی ہوں۔

لیکن بھیّا مجھے معاف کرنا کہ میں آپ کی امانت سکینہ کو واپس نہیں لا سکی۔

شہیدوں کے زندہ ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی صراحت

شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید میں دو جگہوں پر واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ شہید مردہ نہیں، زندہ ہیں۔ یہ بات پوری صراحت سے کہی گئی ہے۔ ایک جگہ سورۂ بقرہ میں کہا گیا ہے: وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ (3) یہ لوگ جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں، انھیں مردہ نہ کہو، یہ زندہ ہیں۔ اس سے زیادہ واضح اور صاف بات کیا ہو سکتی ہے؟ دوسری جگہ سورۂ آل عمران میں کہا گیا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ (4) صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ شہیدوں کی حیات کس طرح کی ہے؟ تو یہ ایک الگ موضوع ہے، یقینی طور پر وہ ہماری مادی زندگی سے الگ ہے، برزخی زندگی سے الگ ہے کہ بہت سے دوسرے لوگوں کی روح بھی برزخ میں ایک معنی میں زندہ ہوتی ہے، فعال ہوتی ہے، یہ بھی نہیں ہے، وہ زندگی ایک تیسری چیز ہے اور بہر حال ایک اہم حقیقت ہے، جسے قرآن مجید پوری صراحت سے کہہ رہا ہے۔

رہبر معظم

مقصد اربعین، زیارت اربعین کی روشنی میں

دانیال عزیز خواجہ

اربعین امام حسین علیہ السلام کے جلوس کا آغاز سنہ ۶۱ ہجری واقعہ کربلا کی تاریخ سے متعلق ہے۔ علماء اور مورخین کے مطابق ۲۰ صفر ۶۱ ہجری کو شہادت امام حسین علیہ السلام کا ۴۰ واں دن ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ان کے جسم مطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ اور ۲۰ صفر کو کربلا کے قیدیوں کی واپسی کا دن ہے لہذا بہت سے شیعہ اور سنی مورخین کے نقطہ نظر سے اربعین امام حسین علیہ السلام (۶۱ ہجری) کربلا میں اہل بیتؑ کی آمد اور شہداء کے مقدس سران کے جسموں کے ساتھ تدفین کرنے کا دن ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری، کربلا کے پہلے زائرین ہیں جو اربعین (۶۱ ہجری) کے دن مدینہ سے کربلا روانہ ہوئے۔

زیارت اربعین

یہ وہ زیارت ہے جو امام حسین علیہ السلام کے چہلم کے دن یعنی ۲۰ صفر کو پڑھی جاتی ہے۔ شیخؒ نے تہذیب میں اور مصباح میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا مومن کی پانچ علامات ہیں

ہر روز اکاون رکعت نماز پڑھنا اس سے مراد سترہ رکعت فریضہ اور چونتیس رکعت نافلہ ہے۔

زیارت اربعین کا پڑھنا۔ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔

سجدہ کرتے وقت اپنی پیشانی کو خاک پر رکھنا۔ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑنا۔

زیارت اربعین بیان کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنا خون دو کاموں کے لیے پیش کیا، پہلا معاشرہ عالم ہو جائے۔ دوسرا معاشرہ عادل بن جائے۔ زیارت اربعین میں بیان ہُوا ہے کہ بَذَلَ مُهْجَتَهُ فيكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبادَكَ مِنَ الْجَهالَةِ وَ حَيْرَةِ کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان قربان کی تاکہ لوگوں کو نادانی اور گمراہی سے نجات دلائیں اور فرمایا گیا ہے کہ وَ لَعَنَ اللّهُ مَنْ ظَلَمَكَ وَ لَعَنَ اللّهُ أُمَّةً سَمِعَتْ بِذلِكَ فَرَضِيَتْ بِه خدا لعنت کرے جس نے آپ پر ظلم کیا اور خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے یہ واقعہ شہادت سنا تو اس پر خوشی ظاہر کی۔ آج ایک لاکھ انبیاء میں بہت سے ایسے انبیاء ہیں جن کا نام زندہ نہیں مگر ہر سال امام حسین علیہ السلام اور ان کے مقصد کو آج بھی بڑی عقیدت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ آج اربعین کے ایام میں کروڑوں لوگوں کا نجف سے کربلا پیدل مشی کرنا یہ بتاتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور ان کا مقصد زندہ ہے۔ آج پوری دنیا سے ہر فرقہ کے لوگ اربعین کے موقع پر کربلا میں آکر لبیک یا حسینؑ کی صدا بلند کر کے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کے ہم آپؑ کے پیروکار ہیں اور ہمارا تعلق اس قوم سے ہے جس نے آپؑ کی اس عظیم قربانی کو فراموش نہیں کیا اور ہم وہ قوم جو آپؑ کی شہادت پر غمزدہ ہے۔

ہمارا شعور اور عاشوراء

تحریر: محمد بشیر دولتی

میں پہلے یہ سمجھتا تھا کہ امام حسینؑ کی قربانی کا مقصد شاید یہی ہے کہ ہم امام کا زیادہ سے زیادہ ذکر کریں، ماتم کریں اور گریہ کریں۔

پھر میں نے سوچا شاید مقصد یہ ہو کہ ہم امامؑ کے نام پر تبرک کھلائیں اور خود بھی تبرک کھائیں۔ پھر خیال آیا کہ شاید امام کی قربانی کا مقصد یہ ہو کہ ہمارے گناہ بخشے جائیں اور ہمیں ثواب مل جائے۔

لیکن جیسے جیسے شعور کی سطح بلند ہوئی امام حسینؑ کی عظیم اور لازوال قربانی کے سامنے یہ سب باتیں بہت معمولی اور چھوٹی دکھائی دینے لگیں۔

ایک بے چینی اور اضطراب نے دل کو گھیر لیا، تو مجھ سے رہا نہ گیا۔

میں نے اپنے استاد سے پوچھا: "حضور! آخر امام حسینؑ نے اتنی عظیم قربانی کیوں پیش کی؟ میں سمجھ نہیں پایا۔"

استاد نے پوچھا: "کیا تم نے کبھی اس کو خود سمجھنے کی کوشش کی؟"

میں نے جواب دیا: "پہلے تو میں کچھ بھی نہیں سوچتا تھا۔ سب مجلس میں جاتے تھے تو میں بھی جاتا تھا، سب روتے تھے تو میں بھی روتا تھا، سب ماتم کرتے تھے تو میں بھی ماتم کرتا تھا، سب تبرک لیتے تھے تو میں بھی تبرک لیتا اور کھاتا تھا۔

پھر جب سوچنے لگا تو میں نے لوگوں سے پوچھا:

کوئی کہتا ہے؟ امامؑ نے ہمیں ثواب دلانے کے لیے قربانی دی، تاکہ ہم ان کا ذکر کریں، ماتم کریں، گناہ بخشوائیں اور جنت میں جائیں گویا محرم مجلس میں جا کر ثواب کما کر اٹھنے کا نام ہے، تاکہ کل جنت مل سکے۔۔۔"

پھر میں نے سوچا اگر صرف جنت کی ضمانت ہی مقصد ہوتا، تو شب عاشور امام کے تمام اصحاب کو چلے جانا چاہیے تھا، کیونکہ جنت کے جوانوں کے سردار امام حسینؑ نے جنت کی ضمانت دے دی تھی!

کوئی کہتا ہے: صرف رونے اور رلانے کے لیے قربانی دی گئی ہے۔ ایسے لوگ من گھڑت مصائب بھی سناتے ہیں، تاکہ لوگ زیادہ روئیں۔ لیکن میں نے پڑھا کربلا میں تو ابن سعد بھی رویا تھا، کوفہ والے بھی روئے تھے تو کیا ان قاتلوں نے بھی امام حسین علیہ السلام کے مقصود پر عمل کیا؟

کوئی کہتا ہے: امام کی شہادت کا مقصد زیادہ تبرک کھانا اور کھلانا ہے اور کوئی مقصد و قصد نہیں ہے، تو میں نے سوچا کہ شام غریباں سے پہلے یزیدیوں نے خیمہ گاہ حسینیہ کو خوب لوٹا اور شام غریباں کے بعد کچھ کھانا اور پانی پلایا تو کیا وہ لوگ بھی مقصد امام حسین پر کاربند تھے؟

کوئی کہتا ہے کہ ہمارے باپ دادا مجلس کرواتے تھے تو ہم بھی مجلس کریں گے کوئی خاص مقصد اور تبدیلی مقصود نہیں ہے۔

گویا یہ ہماری عادت اور رسم ہے بس!

مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا ہے۔

استاد نے گہری سانس لی اور کہا: "کیا تم نے کبھی خود امام حسینؑ سے پوچھا کہ آپؑ نے اتنی عظیم قربانی کیوں پیش کی؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "قبلہ! میں امامؑ سے کیسے پوچھ سکتا ہوں؟"

استاد نے کتابوں کی الماری سے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: "اس میں وہ تمام خطبات اور فرمودات موجود ہیں جن میں امام حسینؑ نے خود اپنے قیام کے مقاصد کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔"

پھر کہا: "یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم خود امامؑ سے پوچھنے کے بجائے ذاکرین، خطباء اور دوسروں سے پوچھتے ہیں، جو اپنے ذوق و مزاج کے مطابق جواب دیتے ہیں۔ اگر ہم امامؑ کے خطبات کا مطالعہ کریں تو ہمیں کربلا کا اصل مقصد سمجھ آئے گا، جب ہمیں کربلا کا مقصد سمجھ آئے تو ہم بھی حسینی اور کربلائی بنیں گے۔

جب ہم کربلائی و عاشورائی بنیں گے تو ہم حقیقی حسینی بنیں گے۔

جب ہم کسی مقصد کے لئے مجلس کریں گے تو ہمیں کربلا سے شجاعت، غیرت، فداکاری، شریعت کی پاسداری اور رضائے الٰہی سیکھنے کو ملے گی، ورنہ ہم صرف رونا، رلانا اور خود ستائی ہی کو اصل مقصد و ہدف سمجھتے رہیں گے۔"

پھر استاد محترم نے امام حسینؑ کا وصیت نامہ نکال کر مجھے دیا۔ اس میں امامؑ نے قیامت تک اپنے قیام کے اہداف و مقاصد کو ہر قسم کی خرافات، خواہشات اور سہل پسندی سے محفوظ رکھنے کے لیے یوں فرمایا تھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وصیت حسین بن علیؑ کی طرف سے ان کے بھائی محمد بن حنفیہؒ کے نام ہے۔

حسینؑ گواہی دیتے ہیں کہ: اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جنت و جہنم حق ہیں، قیامت برحق ہے اور اللہ قیامت کے دن قبروں میں موجود ہر شخص کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ میں مدینہ سے نہ کسی عیش و عشرت کی خاطر نکلا ہوں، نہ فساد یا ظلم کے لیے، بلکہ میں نکلا ہوں اپنی نانا کی امت کی اصلاح کے لیے، یعنی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے، یعنی لوگوں کی دین سے دوری کو دور کرکے دین سے قریب کرنے کے لئے نکل رہا ہوں۔

میں چاہتا ہو

معاشرے میں امر بالمعروف ہو یعنی لوگوں سے کہوں کہ اچھے کام کریں (نیکی کا حکم دوں)، میں لوگوں کو برائی سے روکنا چاہتا ہوں یعنی نہی عن المنکر کروں اور اپنے نانا محمد مصطفیٰؐ اور اپنے والد علیؑ بن ابی طالب کی سیرت پر عمل کروں اور اسے معاشرے میں زندہ کروں، یعنی معاشرے میں حق گوئی، امانت داری، عدالت اور دین داری ہو۔

ظلم و زیادتی، فریب و دھوکہ اور بے دین نہ ہو۔

"جو مجھے قبول کرے گا، اس نے حق کو قبول کیا۔ جو انکار کرے گا، میں صبر کروں گا، یہاں تک کہ اللہ میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

بھائی! یہ میری وصیت ہے۔ میری توفیق اللہ ہی سے ہے، اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے۔

اس وصیت کو پڑھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ امام حسینؑ کے قیام کا مقصد:

۱. عقیدۂ توحید کی حفاظت و ترویج ۲. امر بالمعروف کا قیام

۳. نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دینا ۴. سیرتِ رسولؐ خدا و امام علیؑ کو زندہ کرنا

۵. معاشرے میں فکری اور عملی اصلاح کرنا ۶. شریعتِ الٰہی کو عملی زندگی میں نافذ کرنا ہے۔

رہی بات ثواب کمانے، گناہ بخشوانے کی، تو وہ تو معرفت اور مقصدِ قیام اور شعور کے ساتھ عزاداری کی صورت میں خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ یہ چیزیں مقصد نہیں، بلکہ مقصد کے ساتھ عزاداری کرنے کا لازمہ اور نتیجہ ہے۔

رونا اور ماتم کرنا ایک فطری عمل ہے، جب دل میں سچی معرفت و محبت ہو پھر اس محبت کے ساتھ سوچوں، فکروں اور کرداروں میں حسینیت کی جھلک ہو تو پھر یہی چراغ ہمیں جنت تک لے جائے گا۔

باقی امام اور امام کے پیام و مقصد کے عشق میں تبرک دینا اور کھانا، مجلس منعقد کروانا اور مجلس میں جانا، مجلس پڑھنا اور سننا یہ سب کشتی نجات میں ہونے کی علامتیں ہیں؛ یہ سب عقیدت و نصیب کی بات ہے۔

کربلا رزم ہے بزم نہیں، عزاداری عبادت ہے ثقافت نہیں، ہمارا مجلس میں جانا ہمارے اندر موجود حمایت کی علامت ہے عادت کی نہیں۔

پس محرم میں ایسے خطباء کو سنیں جو تمہیں حماسی، رزمی، حسینی بنائیں، باشعور و باکردار بنائیں۔

ایسے لوگوں کو نہ سنیں جو تمہیں سست و کاہل اور لاپرواہ بنائیں۔

استاد کی ان باتوں سے مجھے مقصدِ امام بھی سمجھ میں آیا اور عزاداری کی علت بھی سمجھ ائی۔

خدا ہمیں اس محرم میں امام حسینؑ کے اصل مقاصد کو سمجھنے اور اپنی فکر، گفتار اور کردار کو ان مقاصد میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور تمام خطباء و ذاکرین کو توفیق دے کہ وہ اپنی مجالس میں خود امام حسینؑ کے خطبات کی روشنی میں ان کے قیام کے اہداف بیان کریں اور ایک حسینی معاشرے کی تشکیل کی جانب رہنمائی کریں، تاکہ ہم واقعی حسینی بن سکیں۔ آمین، ثم آمین

اربعین زمینہ ساز برائے ظہور

اربعین اور امام زمان (عج) کے ظہور کا آپس میں تعلق

احمد علی جواہری

گزشتہ برسوں میں اربعین کے مراسم کو جو وسعت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور جس طرح دنیا بھر سے کروڑوں عاشقانِ حسینی اس میں شریک ہوتے ہیں، وہ اس بات کی نوید ہے کہ ایک عظیم اسلامی لشکر، آخری حجتِ خدا کی نصرت کے لیے آمادہ ہو رہا ہے اور امام حسین (علیہ السلام) کا نام و ذکر عالمی سطح پر عام ہوتا جارہا ہے۔

امام زمانہ (عج) کے ظہور کا انتظار محض ایک قلبی کیفیت کا نام نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ زیارتِ اربعین میں بھی بیان ہوا ہے، یہ انتظار شیعیانِ اہل‌بیت کے عمل میں بھی ظاہر ہونا چاہیے۔ ایک سچا شیعہ وہی ہے جو دل سے امامت کو تسلیم کرے، اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اہل بیت (ع) کے فرامین کی پیروی کرے اور ان کے دشمنوں سے برائت اختیار کرے۔ ایسے افراد کو ایک فعال منتظر شمار کیا جاسکتا ہے۔ زیارتِ اربعین ہمیں یاد دلاتی ہے کہ شیعہ ہمیشہ امام زمان (عج) کی نصرت کے لیے تیار رہیں۔

اربعین اور امام زمان (عج) کے انتظار کے درمیان کیا ربط ہے؟

اربعین کی عظیم اور کثیر التعداد پیادہ روی، منتظرین کے لیے ایک عملی مشق ہے تاکہ وہ یہ دکھا سکیں کہ جو لوگ امام حسین (علیہ السلام) سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں، وہ ظہور کے وقت اپنے زندہ امام، حضرت مہدی (عج) کے لیے بھی یہی محبت اور عقیدت رکھتے ہو۔

لہٰذا، اربعین ایک سنہری موقع ہے جس میں منتظرین، عشق، اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ اپنے آمادگی کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ امام مہدی (عج) کے ظہور اور نصرت کے لیے تیار ہیں۔

امام صادق (ع) اور زیارتِ اربعین میں عاشورا کے مقصد کا بیان:

امام صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ امام حسین (ع) نے اپنی جان کا نذرانہ اس لیے پیش کیا تاکہ امت کو جہالت اور گمراہی سے نجات دلائیں۔ گویا امام حسین (ع) نے امت سے محبت کی انتہا کر دی اور اپنی ساری ہستی قربان کر دی تاکہ معاشرہ ہدایت پاسکے۔ بالکل اسی طرح، امام زمان (عج) کا قیام بھی جہالت، ظلم اور طاغوت کے خلاف ہوگا، اور اس کا مقصد بھی انسانیت کو نجات دینا ہوگا۔

زیارتِ اربعین اور امام شناسی:

زیارتِ اربعین میں چار بنیادی نکات بیان ہوتے ہیں جن میں ایک اہم نکتہ امام شناسی ہے۔ امام سے حقیقی تعلق کے لیے ضروری ہے کہ امام کو پہچانا جائے۔ زیارتِ اربعین میں امام حسین (علیہ السلام) کی تقریباً ۶۰ صفات بیان ہوئی ہیں۔ یہی معرفت امام مہدی (عج) سے

تعلق قائم کرنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ امام عصر (عج) کی صفات زیارتِ آل یاسین میں موجود ہیں۔ لہٰذا، وہی قوم امام سے تعلق قائم کر سکتی ہے جو امام کو پہچانے اور یہ جانتی ہو کہ اس کا امام وقت کون ہے۔

پیادہ روی اربعین اور اسلامی تمدن نوین کے قیام کے امکانات:

تمدن اس وقت تشکیل پاتا ہے جب ثقافت میں اصلاح ہو، اور ثقافت اس وقت سنورتی ہے جب اعتقادات اور نظریات مضبوط ہوں۔ جب انسان کا بینش (فکر)، ارزش (قدریں) اور منش (عمل) ایک سمت میں ہوں، تب حقیقی معرفت اور محبتِ امام مہدی (عج) حاصل ہوتی ہے۔

اربعین کی پیادہ روی، تربیتی تعلیمات، عقائد کی پختگی اور اسلامی و منتظرانہ طرزِ زندگی کے فروغ کے ذریعے اس اصلاح کی صلاحیت رکھتی ہے، بشرطیکہ اس کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی اور محنت کی جائے۔

اربعین کی پیادہ روی اور امام زمان (عج) کے ظہور میں مشابہت:

اس عظیم پیادہ روی میں نہ صرف شیعہ و سنی، بلکہ عیسائی، ایزدی، زیدی، اور شیعہ خاندانوں سے تعلق رکھنے والے بہرہ داوودی بھی شریک ہوتے ہیں، حتیٰ کہ بعض غیر مسلم بھی امام حسین (ع) کی حریت و قربانی کے جذبے سے متاثر ہو کر شریک ہو جاتے ہیں۔

اس مارچ میں "محبت"، "ہمدلی"، "قربانی"، "مالی و جانی ایثار" جیسی صفات خود بخود ظاہر ہوتی ہیں۔ یہی صفات وہ ہیں جو ظہور امام مہدی (عج) کے وقت امت میں نمایاں ہوں گی۔

زائرین اربعین اور امام زمان (عج) کے یاران کے درمیان مماثلت:

چونکہ امام زمان (عج) کے لشکر عالمی سطح پر مختلف اقوام پر مشتمل ہو گی، اس لیے ضروری ہے کہ اس سپاہ کے افراد ایک دوسرے کو سمجھ سکیں، اجنبیت محسوس نہ کریں، ایک دوسرے کے ثقافتی و معاشرتی فرق کو برداشت کریں اور باہمی محبت و احترام کا مظاہرہ کریں۔ اربعین کا پیادہ روی انہی شرائط کا مظہر ہے، جس میں امت امام مہدی (عج) کی قیادت کے لیے منتظر ہے۔

زیارت اربعین اور عالمی سطح پر امام حسین (ع) کی شناخت:

امام حسین (ع) کی زیارت، بالخصوص اربعین کے موقع پر جس جوش و جذبے کے ساتھ انجام دی جاتی ہے، دنیا کے مستکبرین کے لیے ایک خوفناک خواب ہے، کیونکہ اگر امام حسین (ع) کا پیغام دنیا میں پھیل جائے تو اس کا مقصد یعنی "جہالت اور حیرت کا خاتمہ" بھی دنیا میں نافذ ہو جائے گا۔

امام زمان (عج) جب ظہور کریں گے تو اپنے جد امجد، حضرت امام حسین (ع) کے نام سے خود کو پہچنوائیں گے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ دنیا امام حسین (ع) کو پہچانے، تاکہ وہ امام مہدی (عج) کی عالمی تحریک سے جڑ سکیں۔ اہل بصیرت کا اتفاق ہے کہ زیارتِ اربعین اس عظیم معرفت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اربعین، ظہورِ امام کے لیے زمینہ ساز:

اربعین کی زیارت، ایک بے مثال اور خدائی حماسہ ہے۔اس میں نہ صرف تمام افراد خالص نیت سے شریک ہوتے ہیں بلکہ مختلف اقوام وملتوں کے مابین گہرا فہم، محبت اور اتحاد پیدا ہوتا ہے۔اس حماسہ میں ایثار، قربانی اور اخلاص اس درجہ پر ہوتا ہے کہ گویا امام زمان (عج) کا ظہور ہو چکا ہے۔

اگر ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ امام مہدی (عج) کا ظہور، امام حسین (ع) کے قیام کے تسلسل میں ہوگا، تو بلاشبہ پیادہ روی اربعین، اس کا عملی مظہر ہے۔یہ مارچ امام زمان (عج) کی سپاہ کی تیاری اور ظہور کی زمینہ سازی کرتا ہے۔

....

بقیہ ص ۸۴

بھی شرکت کرتے ہیں۔آج اربعین کے جلوس میں ایران، افغانستان اور افریقی ممالک کے علاوہ سویڈن، ڈنمارک، امریکہ، انگلینڈ، آسٹریا، فن لینڈ، ارجنٹائن، کولمبیا، روس اور آسٹریلیا سے بھی لوگ شرکت کرتے ہیں۔

داعش کے خطرے کے وقت لاکھوں زائرین

۱۹۹۳ سے اب تک ایرانی حکومت کے تعاون سے اربعین کے زائرین کی تعداد ۲۱ ملین تک پہنچ گئی ہے جن میں زیادہ تر غیر ملکی زائرین کی ہیں۔جبکہ عراقی حکومت کے ایک سال پہلے کے اعداد وشمار کے مطابق تقریباً ۳ء۱ ملین غیر ملکی زائرین عراق گئے تھے۔

۱۹۹۴ میں جب کہ خطے کے ممالک میں داعش دہشت گرد گروہ اور دیگر تکفیری گروہوں کا خطرہ محسوس کیا جارہا تھا، اربعین کے زائرین کی تعداد ۲۲ ملین بتائی گئی تھی، حالانکہ عراقی حکام نے اسی میں زائرین کی تعداد ۲۶ ملین بتائی تھی۔

اربعین مارچ

مظلومیت، مزاحمت اور معنویت کا تسلسل

محمد ابراہیم صابری

اہل قبور کی زیارت کرنا اسلام کی ان مذہبی روایات میں سے ایک ہے جہاں لوگ روحانی خلوت حاصل کرنے اور مادی دنیا کے فانی ہونے کو یاد کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں۔

ان زیارتوں میں سے ایک زیارت اربعین ہے جو شیعوں کے تیسرے امام امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے چالیسویں پر ان کے حرم تک چند کلو میٹر پیدل سفر کی صورت میں منعقد کی جاتی ہے۔

یہ مارچ جو کرڑوں کے اجتماع میں تبدیل ہو چکا ہے آج دنیائے تشیع کے درمیان یکجہتی کی سب سے طاقتور علامت سمجھا جاتا ہے۔

اربعین کے اجتماع میں مسلمانوں کے مختلف گروہ، شیعہ اور سنی حتیٰ کہ عیسائی مذاہب کے لوگ اور مشرق وسطیٰ کے مختلف نسلی گروہوں جیسے یزیدی اور دیگر مذاہب کے پیروکار بھی شرکت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ مارچ دنیا کا سب سے بڑا سالانہ مذہبی اجتماع ہے۔

اربعین مارچ کی خصوصیت

اربعین مارچ شیعہ مسلمانوں کی تمام زیارتی رسموں میں ایک الگ خصوصیت رکھتی ہے اور جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک سے ہر سال صفر کے مہینے کی ۷ تاریخ سے ۲۰ تاریخ تک پیدل چلتے ہیں۔ زائرین پہلے نجف شہر میں شیعوں کے پہلے امام حضرت علی علیہ السلام کے حرم پر حاضری دیتے ہیں اور پھر ان کے فرزند امام حسین علیہ السلام کے مزار پر حاضری دیتے ہیں تاکہ کربلا کے اسیروں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر سکیں۔

کربلا کے تاریخی واقعہ میں یزید کی فوج، اسیروں کو عراق کے صحراؤں سے پھراتے ہوئے شام لے گئی تھی۔

اس روایتی مارچ میں زیادہ تر زائرین نجف سے کربلا جاتے ہیں اور جلوس کے راستے کے ساتھ ساتھ زائرین کے استقبال کے لیے جگہیں بنتی ہیں جنہیں "موکب" کہا جاتا ہے۔ ان موکبوں کا اہتمام مختلف ممالک کے عوام کرتے ہیں۔

اربعین مارچ کا فلسفہ

اس مارچ میں زائرین لمبے لمبے پیدل سفر کے مصائب کو برداشت کرنے کے ذریعے یزیدیوں کی ۶۱ ہجری میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر مساوی جنگ کے بعد باقی ماندہ اسیروں کی یاد کو تازگی بخشتے ہیں اور ان اسیروں کے مصائب کو یاد کر کے مزاحمت سے سیکھتے ہیں۔

اربعین مارچ کے تاریخی ریکارڈ پر ایک نظر

تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی بارگاہ میں پیدل جانا ائمہ کی زندگی میں عام تھا اور اسلامی سرزمین کے مختلف حصوں میں ہوتا تھا۔ لیکن مختلف اسلامی صدیوں میں سختی اور شیعوں کے اقتدار حاصل کرنے کے خوف کی وجہ سے اسے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے اور جس طرح ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارت کو مختلف اوقات اور مقامات پر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح اس روایت میں بھی اتار چڑھاؤ آتے رہے ہیں۔

درحقیقت اربعین کے دن امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا شیعوں کی متواتر روایات میں سے ہے اور یہ گروہ امویوں اور عباسیوں کے دور میں بھی اس تحریک پر کاربند رہا۔ بلاشبہ ایران میں صفوی حکومت نے پیدل زیارت کے کلچر کو متعارف کرانے میں بھی بڑا کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں منقول ہے کہ شاہ عباس صفوی اور ان کے عہد کے عظیم علماء جیسے شیخ بہائی نے لوگوں میں زیارت کے کلچر کو عام کرنے کے لیے ۱۰۰۹ ہجری میں اصفہان سے مشہد جانے کا فیصلہ کیا اور پیدل چل کر امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زیارت کی۔

زائرین پر صدام کا دباؤ

تاہم عراق میں صدام حسین کے برسراقتدار آنے اور اس ملک میں بعث پارٹی کی حکمرانی کے بعد اربعین کی زیارت کے لیے پیدل چلنے اور جانے پر کئی پابندیاں عائد رہیں اور ایسی اطلاعات ہیں کہ حکومتی فورسز نے زائرین پر مظالم ڈھائے جس کے نتیجے میں کئی زائرین شہید ہوگئے۔ تاہم کہا گیا ہے کہ ان پابندیوں کے باوجود بہت سے علمائے کرام نے کربلا کی طرف پیدل چلنا فرض قرار دیا تھا۔

۲۰۰۴ میں شائع ہونے والی "سنوات الجمرات" نامی کتاب میں بعث پارٹی کے دور حکومت میں اربعین کی زیارت کی پابندیوں کے بارے میں کہا گیا ہے: ۱۳۹۷ ہجری میں عراقی بعث پارٹی کا انعقاد کیا گیا۔

۱۹۷۷ میں مذہبی تقریبات اور منظم جلوس اور کربلا کی طرف پیدل چلنے اور اربعین کی زیارت پر پابندی کا ذکر ہے، جب عراقی لوگ زیارت کی تیاری کر رہے تھے، وہ کربلا کی طرف بڑھے، لیکن یہ اقدام صدام حسین کی حکومت کے ہاتھوں ہوا اور بہت سے لوگ مارے گئے اور ایک گروہ کو قید کیا گیا۔ کچھ علماء، جیسے علامہ عسکری اور سید محمد حسین فضل اللہ، جو عراق سے فرار ہو گئے تھے، کو بھی غائبانہ سزائے موت کی سزا سنائی گئی۔

بعث پارٹی کے زوال کے بعد اربعین مارچ کی صورت حال

۲۰۰۳ میں اس ملک پر امریکی حملے کے ساتھ عراقی بعث پارٹی کے زوال کے بعد عراق میں نئی حکومت کے ساتھ اس مارچ کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور ہر سال عراقی شیعوں کے علاوہ دیگر ممالک بالخصوص ایران کے شیعہ بھی اربعین مارچ میں شامل ہوتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اربعین کے جلوس میں شیعوں کے علاوہ سنی، عیسائی، یزیدی اور دیگر مذاہب کے گروہ (بقیہ ص ۸۲)

زیارت اربعین

السَّلامُ عَلَیْکَ یَا أُمینَ اللّه فی أَرْضه، وَحُجَّتَهُ عَلَی عباده، السَّلامُ عَلَیْکَ یَا أَمیرَ الْمُؤْمنینَ، أَشْهَدُ أَنَّکَ جاهَدْتَ فی اللّه حَقَّ جهاده، وَعَملْتَ بکتابه، وَاتَّبَعْتَ سُنَنَ نَبیِّه صَلَّی اللّهُ عَلَیْه وَآله حَتّی دَعاکَ اللّهُ إلی جواره فَقَبَضَکَ إلَیْه باخْتیاره، وَأَلْزَمَ أَعْداءَکَ الْحُجَّةَ مَعَ مَا لَکَ منَ الْحُجَج الْبالغَة عَلَی جَمیع خَلْقه . اللّهُمَّ فَاجْعَلْ نَفْسی مُطْمَئنَّةً بقَدَرکَ، راضیَةً بقَضائکَ، مُولَعَةً بذکْرکَ وَدُعائکَ، مُحبَّةً لصَفْوَة أَوْلیائکَ، مَحْبُوبَةً فی أَرْضکَ وَسَمائکَ، صابرَةً عَلی نُزُول بَلائکَ، شاکرَةً لفَواضل نَعْمائکَ، ذاکرَةً لسَوابغ آلائکَ ، مُشْتاقَةً إلی فَرْحَة لقائکَ، مُتَزَوِّدَةً التَّقْوی لیَوْم جَزائکَ، مُسْتَنَّةً بسُنَن أَوْلیائکَ، مُفارقَةً لأَخْلاق أَعْدائکَ، مَشْغُولَةً عَن الدُّنْیا بحَمْدکَ وَثَنائکَ. اللّهُمَّ إنَّ قُلُوبَ الْمُخْبتینَ إلَیْکَ والهَةٌ، وَسُبُلَ الرَّاغبینَ إلَیْکَ شارعَةٌ، وَأَعْلامَ الْقاصدینَ إلَیْکَ واضحَةٌ، وَأَفْئدَةَ الْعارفینَ منْکَ فازعَةٌ، وَأَصْواتَ الدّاعینَ إلَیْکَ صاعدَةٌ، وَأَبْوابَ الْإجابَة لَهُمْ مُفَتَّحَةٌ، وَدَعْوَةَ مَنْ ناجاکَ مُسْتَجابَةٌ، وَتَوْبَةَ مَنْ أَنابَ إلَیْکَ مَقْبُولَةٌ، وَعَبْرَةَ مَنْ بَکَی منْ خَوْفکَ مَرْحُومَةٌ، وَالْإغاثَةَ لمَن اسْتَغاثَ بکَ مَوْجُودَةٌ ، وَالْإعانَةَ لمَن اسْتَعانَ بکَ مَبْذُولَةٌ، وَعداتکَ لعبادکَ مُنْجَزَةٌ، وَزَلَلَ مَن اسْتَقالَکَ مُقالَةٌ، وَأَعْمالَ الْعاملینَ لَدَیْکَ مَحْفُوظَةٌ، وَأَرْزاقَکَ إلَی الْخَلائق منْ لَدُنْکَ نازلَةٌ، وَعَوائدَ الْمَزید إلَیْهمْ واصلَةٌ، وَذُنُوبَ الْمُسْتَغْفرینَ مَغْفُورَةٌ، وَحَوائجَ خَلْقکَ عنْدکَ مَقْضیَّةٌ، وَجَوائزَ السَّائلینَ عنْدکَ مُوَفَّرَةٌ، وَعَوائدَ الْمَزید مُتَواترَةٌ، وَمَوائدَ الْمُسْتَطْعمینَ مُعَدَّةٌ، وَمَناهلَ الظِّماء [لَدَیْکَ] مُتْرَعَةٌ .

اللّهُمَّ فَاسْتَجبْ دُعائی، وَاقْبَلْ ثَنائی، وَاجْمَعْ بَیْنی وَبَیْنَ أَوْلیائی، بحَقِّ مُحَمَّد وَعَلیٍّ وَفاطمَةَ وَالْحَسَن وَالْحُسَیْن إنَّکَ وَلیُّ نَعْمائی، وَمُنْتَهی مُنایَ، وَغایَةُ رَجائی فی مُنْقَلَبی وَمَثْوایَ.

أَنْتَ إلهی وَسَیِّدی وَمَوْلایَ اغْفرْ لأَوْلیائنا، وَکُفَّ عَنَّا أَعْداءَنا، وَاشْغَلْهُمْ عَنْ أَذانَا، وَأَظْهرْ کَلمَةَ الْحَقِّ وَاجْعَلْها الْعُلْیا، وَأَدْحضْ کَلمَةَ الْبَاطل وَاجْعَلْها السُّفْلی إنَّکَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدیرٌ.

زیارت وارثہ

السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِيِّ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُوسَى كَلِيمِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ عِيسَى رُوحِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام [وَلِيِّ اللَّهِ] السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ خَدِيجَةَ الْكُبْرَى السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ثَارَاللَّهِ وَ ابْنَ ثَارِهِ وَ الْوِتْرَ الْمَوْتُورَ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلاةَ وَ آتَيْتَ الزَّكَاةَ وَ أَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أَطَعْتَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ فَلَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً ظَلَمَتْكَ، وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً سَمِعَتْ بِذَلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ يَا مَوْلايَ يَا أَبَاعَبْدِاللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ كُنْتَ نُـــورا فِي الْأَصْلابِ الشَّـــامِخَةِ وَ الْأَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِأَنْجَاسِهَا وَ لَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّينِ وَ أَرْكَانِ الْمُؤْمِنِينَ وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ الْإِمَامُ الْبَرُّ التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ وَ أَشْهَدُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِكَ كَلِمَةُ التَّقْوَى وَ أَعْلامُ الْهُدَى وَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى وَ الْحُجَّةُ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا وَ أُشْهِدُ اللَّهَ وَ مَلائِكَتَهُ وَ أَنْبِيَاءَهُ وَ رُسُلَهُ أَنِّي بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَ بِإِيَابِكُمْ [بِآيَاتِكُمْ] مُوقِنٌ بِشَرَائِعِ دِينِي وَ خَوَاتِيمِ عَمَلِي وَ قَلْبِي لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ وَ أَمْرِي لِأَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ عَلَى أَرْوَاحِكُمْ وَ عَلَى أَجْسَادِكُمْ وَ عَلَى أَجْسَامِكُمْ وَ عَلَى شَاهِدِكُمْ وَ عَلَى غَائِبِكُمْ وَ عَلَى ظَاهِرِكُمْ وَ عَلَى بَاطِنِكُمْ.

اس کے بعد اپنے آپ کو قبر سے لپٹائے اس پر بوسہ دے اور کہے:

بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ وَ جَلَّتِ الْمُصِيبَةُ بِكَ عَلَيْنَا وَ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ فَلَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً أَسْرَجَتْ وَ أَلْجَمَتْ وَ تَهَيَّأَتْ لِقِتَالِكَ يَا مَوْلايَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ قَصَدْتُ حَرَمَكَ وَ أَتَيْتُ إِلَى مَشْهَدِكَ أَسْأَلُ اللَّهَ بِالشَّأْنِ الَّذِي لَكَ

عِنْدَهُ وَ بِالْمَحَلِّ الَّذِي لَكَ لَدَيْهِ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ أَنْ يَجْعَلَنِي مَعَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ.

اب دو رکعت نماز زیارت قبر مبارک کے سرہانے کی طرف ادا کرے کہ اس میں حمد کے ساتھ جو سورہ چاہے پڑھے اور نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي صَلَّيْتُ وَ رَكَعْتُ وَ سَجَدْتُ لَكَ وَحْدَكَ لا شَرِيكَ لَكَ لِأَنَّ الصَّلاةَ وَ الرُّكُوعَ وَ السُّجُودَ لا يَكُونُ إِلا لَكَ لِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لا إِلَهَ إِلا أَنْتَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ أَبْلِغْهُمْ عَنِّي أَفْضَلَ السَّلامِ وَ التَّحِيَّةِ وَ ارْدُدْ عَلَيَّ مِنْهُمُ السَّلامَ اللَّهُمَّ وَ هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ هَدِيَّةٌ مِنِّي إِلَى مَوْلايَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلامُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَيْهِ وَ تَقَبَّلْ مِنِّي وَ أْجُرْنِي عَلَى ذَلِكَ بِأَفْضَلِ أَمَلِي وَ رَجَائِي فِيكَ وَ فِي وَلِيِّكَ يَا وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ.

اس کے بعد امام حسینؑ کی پائنتی کی طرف جائے اور جناب علی اکبرؑ کی زیارت ان کی قبر کے نزدیک کھڑے ہو کر اس طرح پڑھے:

السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ نَبِيِّ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ الْحُسَيْنِ الشَّهِيدِ السَّلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الشَّهِيدُ السَّلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمَظْلُومُ وَ ابْنُ الْمَظْلُومِ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً سَمِعَتْ بِذَلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ.

پھر اپنے آپ کو قبر سے لپٹائے، بوسہ دے اور کہے:

السَّلامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَ ابْنَ وَلِيِّهِ لَقَدْ عَظُمَتِ الْمُصِيبَةُ وَ جَلَّتِ الرَّزِيَّةُ بِكَ عَلَيْنَا وَ عَلَى جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ فَلَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ وَ إِلَيْكَ مِنْهُمْ.

اب حضرت علی اکبرؑ کے قریب گنج شہیداں کی طرف رخ کرے کہ جہاں کربلا کے دیگر شہداء دفن ہیں پس ان سب کی زیارت اس طرح پڑھے:

السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَوْلِيَاءَ اللَّهِ وَ أَحِبَّاءَهُ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَصْفِيَاءَ اللَّهِ وَ أَوِدَّاءَهُ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَنْصَارَ دِينِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَنْصَارَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَنْصَارَ فَاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَنْصَارَ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْوَلِيِّ [الزَّكِيِ] النَّاصِحِ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَنْصَارَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي طِبْتُمْ وَ طَابَتِ الْأَرْضُ الَّتِي [أَنْتُمْ] فِيهَا دُفِنْتُمْ وَ فُزْتُمْ فَوْزاً عَظِيماً فَيَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَكُمْ فَأَفُوزَ مَعَكُمْ .

زیارت امین اللہ

السَّلامُ عَلَيكَ يا اَمينَ اللهِ فِى اَرضِهِ وَحُجَّتَهُ عَلى عِبادِهِ السَّلامُ عَلَيكَ يا اَميرَ المُؤمِنينَ اَشهَدُ اَنَّكَ جاهَدتَ فِي اللهِ حَقَّ جِهادِهِ وَعَمِلتَ بِكِتابِهِ وَاتَّبَعتَ سُنَنَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ حَتّى دَعاكَ اللهُ اِلى جِوارِهِ فَقَبَضَكَ اِلَيهِ بِاختِيارِهِ وَاَلزَمَ اَعدآئَكَ الحُجَّةَ مَعَ ما لَكَ مِنَ الحُجَجِ البالِغَةِ عَلى جَميعِ خَلقِهِ

اللّـهُمَّ فَاجعَل نَفسى مُطمَئِنَّةً بِقَدَرِكَ راضِيَةً بِقَضآئِكَ مُولَعَةً بِذِكرِكَ وَدُعآئِكَ مُحِبَّةً لِصَفوَةِ اَولِيآئِكَ مَحبُوبَةً فِى اَرضِكَ وَسَمآئِكَ صابِرَةً عَلى نُزُولِ بَلائِكَ شاكِرَةً لِفَواضِلِ نَعمآئِكَ ذاكِرَةً لِسَوابِغِ آلائِكَ مُشتاقَةً اِلى فَرحَةِ لِقآئِكَ مُتَزَوِّدَةً التَّقوى لِيَومِ جَزآئِكَ مُستَنَّةً بِسُنَنِ اَولِيآئِكَ مُفارِقَةً لِاَخلاقِ اَعدائِكَ مَشغُولَةً عَنِ الدُّنيا بِحَمدِكَ وَثَنآئِكَ

اللّـهُمَّ اِنَّ قُلُوبَ المُخبِتينَ اِلَيكَ والِهَةٌ وَسُبُلَ الرّاغِبينَ اِلَيكَ شارِعَةٌ وَاَعلامَ القاصِدينَ اِلَيكَ واضِحَةٌ وَاَفئِدَةَ العارِفينَ مِنكَ فازِعَةٌ وَاَصواتَ الدّاعينَ اِلَيكَ صاعِدَةٌ وَاَبوابَ الاِجابَةِ لَهُم مُفَتَّحَةٌ وَدَعوَةَ مَن ناجاكَ مُستَجابَةٌ وَتَوبَةَ مَن اَنابَ اِلَيكَ مَقبُولَةٌ وَعَبرَةَ مَن بَكى مِن خَوفِكَ مَرحُومَةٌ وَالاِغاثَهَ لِمَن استَغاثَ بِكَ مَوجُودَةٌ وَالاِعانَةَ لِمَنِ استَعانَ بِكَ مَبذُولَةٌ وَعِداتِكَ لِعِبادِكَ مُنجَزَةٌ وَزَلَلَ مَنِ استَقالَكَ مُقالَةٌ وَاَعمالَ العامِلينَ لَدَيكَ مَحفُوظَةٌ وَاَرزاقَكَ اِلَى الخَلائِقِ مِن لَدُنكَ نازِلَةٌ وَعَوآئِدَ المَزيدِ اِلَيهِم واصِلَةٌ وَذُنُوبَ المُستَغفِرينَ مَغفُورَةٌ وَحَوآئِجَ خَلقِكَ عِندَكَ مَقضِيَّةٌ وَجَوآئِزَ السّآئِلينَ عِندَكَ مُوَفَّرَةٌ وَ عَوآئِدَ المَزيدِ مُتَواتِرَةٌ وَمَوآئِدَ المُستَطعِمينَ مُعَدَّةٌ وَمَناهِلَ الظِّمآءِ مُترَعَةٌ اللّـهُمَّ فَاستَجِب دُعآئى وَاقبَل ثَنآئى وَاجمَع بَينى وَبَينَ اَولِيآئى بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفاطِمَةَ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ اِنَّكَ وَلِىُّ نَعمآئى وَمُنتَهى مُناىَ وَغايَةُ رَجائى فِى مُنقَلَبى وَمَثواىَ.

اَنتَ اِلٰهى وَسَيِّدى وَمَولاىَ اغفِر لِاَولِيآئِنا وَكُفَّ عَنّا اَعدآئَنا وَاشغَلهُم عَن اَذانا وَاَظهِر كَلِمَةَ الحَقِّ وَاجعَلهَا العُليا وَاَدحِض كَلِمَةَ الباطِلِ وَاجعَلها السُّفلى اِنَّكَ عَلى كُلِّ شَىءٍ قَديرٌ.

روز اربعین کربلا میں عالمی شیعہ کانفرنس

کیا آپ جانتے ہیں کہ ایمان کی ایک علامت زیارت اربعین ہے؟ ... شیعہ ایک منتشر اور بکھری ہوئی جماعت تھی... لیکن جیسے تسبیح کے دانوں کو ایک دھاگہ آپس میں جوڑتا ہے، ویسے ہی ایک دھاگہ تھا جو تمام شیعہ کو آپس میں جوڑتا تھا۔ وہ دھاگہ کیا تھا؟ اطاعت اور فرمانبرداری کا دھاگہ، جو تشیع کی مرکزی قیادت، یعنی امام کے ساتھ شیعہ کو جوڑتا تھا... ممکن ہے دو افراد ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہوں، مگر ایسے لوگ ضرور موجود تھے جو سب کی حالت سے واقف ہوتے تھے... ان کی صرف ایک کمزوری تھی وہ یہ کہ ، ایک دوسرے کو کم دیکھ پاتے تھے۔

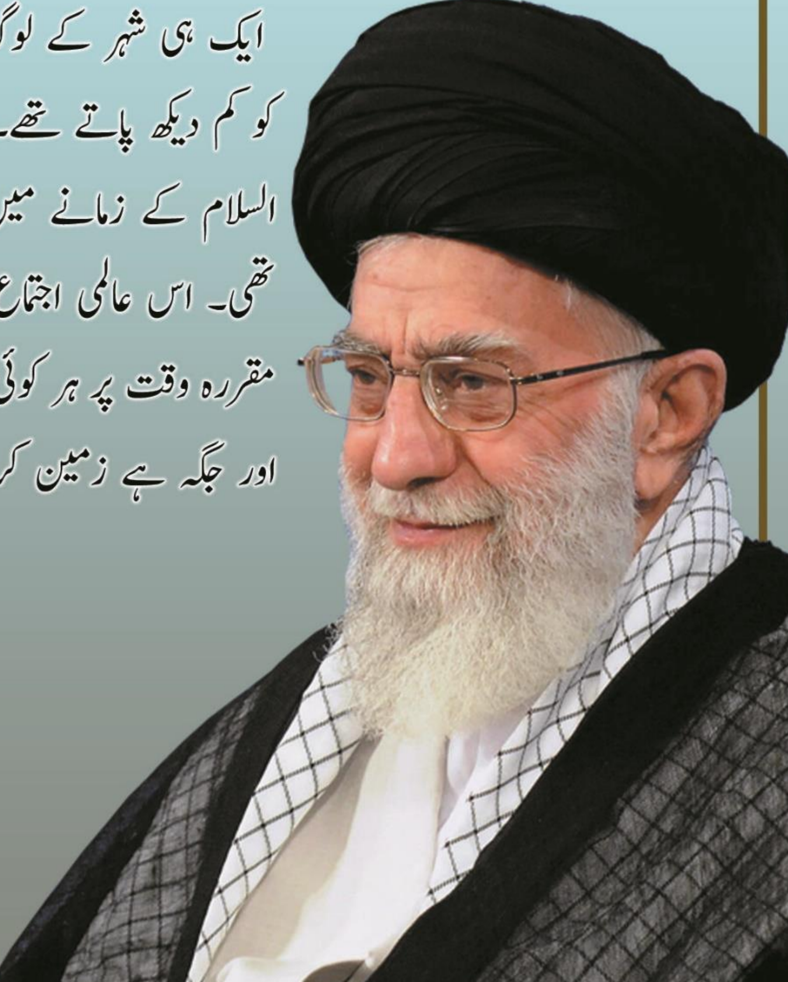

ایک ہی شہر کے لوگ اور ایک ہی علاقے کے شیعہ ایک دوسرے کو کم دیکھ پاتے تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے تو تھے، مگر ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں شیعہ کے لیے ایک عالمی اجتماع کی ضرورت تھی۔ اس عالمی اجتماع کا وقت اور مقام مقرر کیا گیا؛ کہا گیا کہ اس مقررہ وقت پر ہر کوئی شرکت کر سکتا ہے۔ وہ وقت ہے روز اربعین؛ اور جگہ ہے زمین کربلا؛ کیونکہ شیعہ کی روح کربلائی، عاشورائی ہے۔

حضرت امام خامنہ ای

www.jrbpk.com

www.facebook.com/jrbpk

www.facebook.com/jamiarohaniatbln.pk

www.youtube.com/jamiarohaniatbaltistan

https://t.me/jrbpk

جامعہ روحانیت بلتستان پاکستان

ایران، قم، خیابان عمار یاسر روبروی مجتمع زمزم، پلاک 14 حسینیہ بلتستانیہ

www.jrbpk.com